وعلی اللہ قصد السبیل

حیاتِ مسلم

یا

مہد تا لحد

پیدائش سے وفات تک

اسلامی تقریبات و تعلیمات

سنن، مستحبات، بدعات اور مکروہات

از مولانا سید محمد میاں صاحب شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

ناشر (۱) الجمعیۃ بک ڈپو ۔ گلی قاسم جان دہلی ۶
(۲) کتابستان ۔ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶
قیمت ۲ روپیہ [illegible] نئے پیسے

فہرست مضامین

(باقی صفحہ ۱۱۲ پر)

(مطبوعہ الجمعیت پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ؁ سورہ بقرہ آیت ۲۵۶ رکوع ۲۴

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ولی (ساتھی اور مددگار) ہے اُن کا جو ایمان لائے۔ وہ اُن کو تاریکیوں سے نکال کر لاتا ہے نور (اور روشنی) کی طرف۔ اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو ان کے ولی (مددگار اور ساتھی) سرکش اور مفسد (معبودان باطل) ہیں۔ وہ ان کو روشنی سے نکالتے اور تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ سو یہی دوزخی ہمیشہ نار جہنم میں رہیں گے۔ (سورہ بقرہ - آیت ۲۵۶)

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ اینٹ، پتھر، جھاڑ جھنکار یا کوئی جانور نہیں بنایا۔ پھر اس کا احسان ہے

کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا۔ کفر و شرک کی اندھیری سے بچایا، ایمان کا نور عطا فرمایا اور جیسا کہ اوپر لکھی ہوئی آیت میں ہے۔ احسان پر احسان یہ ہے کہ ہمیں اپنی ولایت، اور دوستی عطا فرمائی اپنی مدد اور سہاراتا کا اطمینان دلایا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہم دعا کریں ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٥

(اے اللہ) بتا ہم کو سیدھا راستہ ۔ راستہ اُن کا جن پر تو نے انعام کیا ۔ نہ راستہ ان کا جو دھتکارے گئے (جن پر غضب نازل ہوا) نہ راستہ اُن کا جو بھٹک گئے (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ

سیدھا راستہ

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥

بے شک یہ ہے راستہ میرا سیدھا ۔ بس اسی پر چلو اور مت چلو اور (دوسری) راہوں پر کہ خدا کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں تتر بتر کردیں یہ بات ہے جس کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ

(سورہ ۶ الانعام ع ۱۹ ، آیت ۱۵۲)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ سیدھی لکیر صراطِ مستقیم ہے یہ اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے اور اس کے دائیں بائیں جو راستے پھیلتے ہیں وہ شیطانی راستے ہیں ہر ایک راستہ پر شیطان پکارتا ہے " اِدھر آؤ " (ابن ماجہ شریف ص۳ و احمد و نسائی و دارمی) نقشہ ص۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ شیطانی راستے شروع میں سیدھے راستے سے بالکل ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ اتنے دور ہو جاتے ہیں کہ ملنے کا امکان نہیں رہتا ہے۔ شیطانی راستہ بھی سیدھا ہی جاتا ہے مگر اس کا رُخ بدلا ہوا ہے تو اس راستہ پر جتنا چلو گے اللہ کے سیدھے راستے سے دور ہوتے جاؤ گے۔ (معاذ اللہ)

بہتّر فرقے ــــ اور اہل سُنّت و جماعت

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا مَن ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی ؏

(ترمذی شریف صفحہ ۹۳ ج ۲ قبیل ابواب العلم)

ترجمہ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔
بنو اسرائیل کی ایک امت بہتّر (۷۲) ملتوں (فرقوں) پر پھٹ گئی تھی اور میری امت تہتّر (۷۳) فرقوں پر پھٹ جائے گی۔ سب فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ صرف ایک فرقہ (ناجی ہوگا جو دوزخ سے محفوظ رہے گا)
صحابہ نے عرض کیا۔ وہ فرقہ کونسا ہوگا یا رسول اللہ ؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (ساتھی) میں چل رہا ہوں اور میرے ساتھی چلیں گے۔

اہل السنت والجماعت

اسی فرقہ کو اہل السنت والجماعت کہتے ہیں۔ سنت کے معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور الجماعت سے مراد ہے جماعت صحابہ

پس اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر اس طرح چلیں جس طرح صحابہ کرام چلتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اور جماعت صحابہ کی اتباع اور پیروی اس لیئے ضروری ہے کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی پاکی کی تصدیق اللہ تعالےٰ نے کی۔ اور اپنے کلام پاک میں ان کو پختہ ایمان۔ راشد اور ہدایت یافتہ ہونے کی سند عطا فرمائی۔

سورہ فتح میں ارشاد ہے۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا

(اور جمادیا (پختہ کردیا) ان کو تقوے کی بات پر (کلمہ توحید پر جو تقوے کی بنیاد ہے) وہ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں۔

پھر سورہ حجرات میں اور تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اللہ تعالیٰ نے تمکو ایمان کی محبت دیدی اور اسکو تمہارے دلوں میں سجادیا۔ اور کفر وفسق اور عصیان سے تمکو پوری پوری نفرت دیدی یہی ہیں وہ جو الراشدون (ہدایت پانیوالے) ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے (اس نے جان بوجھ کر ہی یہ انعام دیا اور یہ فضل فرمایا)

اسی مضمون کی تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ میرے ساتھیوں کی مثال تاروں جیسی ہے جن کی پیروی کروگے راستہ پالوگے۔[1]

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی۔ پوری امت میں سب سے افضل۔ ان کے دل پوری امت میں سب سے زیادہ نیک۔ پوری امت میں ان کے علم سب سے زیادہ گہرے۔ ایسے سادہ کہ تکلف (بناوٹ) کا نام ونشان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (تمام کائنات میں) اُن کو اپنے نبی کی دوستی اور رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ پس ضروری ہے کہ ان کی فضیلت پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک تمہارے امکان میں ہو اُن کے اخلاق اور ان کی سیرتوں (خصلتوں) کو مضبوطی سے سنبھالو کیونکہ وہ ھدیٰ مستقیم پر تھے۔ رزین بحوالہ مشکوٰۃ باب الاعتصام

---

[1] مشکوٰۃ شریف صہ ۵۵۴ باب مناقب الصحابہ

بدعت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(۱) من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منہ فھو ردٌّ (متفق علیہ)

جو شخص ہمارے اس کام میں ایجاد کرے کوئی ایسی بات جو اس میں سے نہیں ہے وہ رد ہے۔

(۲) کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ (سنن ابن ماجہ صلا)

ہر ایک ایجاد کی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

حضرات فقہاء کرام نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے۔

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ و استحسان وجعل دینا قویما صراطاً مستقیما (البحر الرائق)

بدعت وہ جو ایجاد کی گئی ہو اس حق کے خلاف جو حاصل کیا گیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ کوئی علم (عقیدہ) ہو یا عمل ہو یا کوئی حالت ہو ایجاد کیا گیا ہو کسی مشابہت یا پسندیدگی اور اچھا معلوم ہونے کی بنا پر اور اس کو دین

قویم اور صراط مستقیم قرار دیدیا گیا ہو۔

توضیح وتشریح

(۱) دنیا میں آئے دن تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ موسم بدلتے ہیں جماعتیں بدلتی ہیں۔ حکومتیں بدلتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں۔ موٹر ایجاد ہوئی۔ ریل ایجاد ہوئی۔ ہوائی جہاز ایجاد ہوئے ان کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ان میں سے کسی کو بھی دین کا کام اور دین نہیں سمجھا جاتا۔

(۲) کھیل تفریح کی بہت سی باتیں ایجاد ہوئیں اور ایجاد ہوتی رہتی ہیں اُن میں بہت کچھ دولت فضول اور بے کار لٹائی جاتی ہے بڑھیا سے بڑھیا پُر تکلف دعوتیں ہوتی ہیں۔ مجلسوں اور مکانوں کو بڑی شان سے سجایا جاتا ہے۔ سامان آرائش پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے۔ دعوتی کارڈ زیادہ سے زیادہ خوب صورت منتخب کیے جاتے ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں روپیہ ان کارڈوں پر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے۔ کہیں باجے بھی بجتے ہیں۔ گانا بھی ہوتا ہے۔ رشتہ داروں کو جوڑے دیئے جاتے ہیں۔ دوستوں کو ہدیے اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ان باتوں کو حرام۔ مکروہ تحریمی اور گناہ کہا جاتا ہے۔ مگر بدعت نہیں کہا جاتا کیونکہ ان کو

دنیا کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ خود کرنے والے سمجھتے ہیں۔ اور پوچھا جائے تو یہی کہتے ہیں کہ ناک اونچی رکھنے کی باتیں ہیں۔ نمائش اور ٹھاٹ ہے۔ اللہ معاف کرے۔ ان فضولیات — کو دین کا کام کوئی نہیں سمجھتا۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر مجلس جماؤ۔ چراغاں کرو۔ چادر چڑھاؤ میلہ لگاؤ یا عرس کرو اسی طرح کسی صحابی۔ یا کسی ولی۔ شیخ یا پیر کے مزار پر کوئی ایسا کام کرو لامحالہ اسکو دین کا کام سمجھا جائے گا۔ اور ثواب۔ تبرک اور دین کا کام ہی سمجھ کر ان کو کیا جاتا ہے۔ پس اگر دین میں اس کو کرنے کی ہدایت نہیں ہے اور آپ نے دل کے شوق سے یہ کام کر لیا ہے تو اس کو بدعت کہا جائے گا کیونکہ یہ دین میں ایجاد ہے۔

اس طرح کی باتیں پہلی امتوں میں بھی ہوتی رہی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حرام قرار دیا۔ اور کرنے والوں کے متعلق نہایت سخت الفاظ فرمائے ہیں۔ مثلاً

(۱) مرض الوفات کا واقعہ ہے۔ جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) نے بیان فرمایا ہے کہ سید الکونین محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو بخار بہت

تیز تھا۔ وہ گلیم مبارک جو زیب تن تھا اس کو آپ چہرۂ انور پر ڈال لیتے تھے اور جب گھبراہٹ ہوتی تو ہٹا دیتے تھے۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔

لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا (بخاری شریف ص۶۲)

ترجمہ :- خدا لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر انہوں نے بنالیا اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں۔ آپ کا منشا یہ تھا کہ مسلمان ایسی حرکتوں سے باز رہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

لَوْلَا ذَاکَ لَاُبْرِزَ قَبْرُہٗ خُشِیَ اَنْ یُتَّخَذَ مَسْجِدًا

(بخاری شریف ص۶۳۹)

اگر یہ (خطرہ) نہ ہوتا تو قبر مبارک کھلی رکھی جاتی مگر یہ خدشہ ہوا کہ آپ کے مزار مقدس کو سجدہ گاہ بنالیں گے اس لیے قبر مبارک کا حجرہ بند کر دیا گیا۔

(۲) اسی بیماری کے زمانہ میں حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اُن کنیسوں (گرجا گھروں) کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھے تھے۔ (جس زمانہ میں یہ ہجرت کر کے وہاں گئی تھیں اور

یہ بھی ذکر کیا کہ یہ بڑے خوب صورت ہیں - ان میں تصویریں بھی ہیں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (ان کی طرف متوجہ ہوئے) سر مبارک اٹھایا اور
فرمایا -

أُولٰئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصالح بنوا على قبره
مسجدا ثم صوروا فيه تلك الصُّوَرَ اولئك شرار
الخلق عِنْدَ اللهِ يوم القِيَامَة (بخاری شریف ص۱۹ و ص۲۴)

ترجمہ :- ان لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی نیک آدمی وفات پا جاتا
تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے پھر انھوں نے اس (مسجد) میں
تصویریں بھی بنا لیں - یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بڑے اور
بدتر ہوں گے -

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے -

نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اَنْ یُجَصَّصَ القبور
وان یکتب علیہا وان یبنی علیہا وَاَنْ تُوطَأَ -

ترجمہ :- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا - اس سے کہ
قبروں کو پکا بنایا جائے اور اس سے کہ قبروں پر لکھا جائے
اور اس سے کہ ان پر تعمیر کی جائے اور اس سے کہ ان پر چلا

جائے - (ترمذی شریف ص۲۵)

(۴) نسائی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ خود میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا -

لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا
علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم (نسائی شریف)

ترجمہ :- اپنے گھروں کو قبریں نہ بنا لو (کہ صرف آرام کرنے اور
سونے کے کام میں لاؤ نہ نفلیں پڑھو نہ تلاوت قرآن کرو،
نہ اللہ کا ذکر کرو) اور میری قبر کو عید نہ بناؤ (کہ اس پر
اکٹھے ہو کر تیوہار مناؤ، عرس کرو) اور مجھ پر درود پڑھتے رہو
تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو -

خلاصہ

یہ کہ جو کام بظاہر اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن شریعت میں نہ اُن
کے متعلق واضح ہدایت ہے اور نہ کوئی اشارہ ہے اس کو اگر دین کا کام
سمجھ کر کیا جاتا ہے تو وہ "بدعت" ہے - مرنے کے بعد میت کے لیے جو
کام کیے جاتے ہیں یا قبرستان میں یا مزارات پر پہنچکر جو کام کرتے ہیں وہ عموماً
اچھے نیک ، ثواب یا متبرک سمجھ کر کیے جاتے ہیں لہٰذا وہ بدعت ہوں گے - اگر

شریعت میں ان کے متعلق ہدایت یا اجازت نہیں ہے۔

فریضۂ تربیت

بیوی۔ بچوں۔ اور ضرورت مند ماں باپ اور مفلس و محتاج رشتہ داروں کا خرچ برداشت کرنا آپکی ایک تمنا رہتی ہے اور آپ اسکی کوشش بھی کرتے ہیں کہ بیوی اور بچے تندرست رہیں۔ وہ بیمار پڑ جاتے ہیں تو آپ دل کھول کر علاج کرتے ہیں اور اس کو اپنا فرض سمجھتے ہیں آپ ان کو ہر طرح آرام پہنچاتے ہیں اُن کے لیے مکان بناتے ہیں جائیدادیں خریدتے ہیں اور ان کی زندگی کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں یہ سب کچھ آپ اس مادی زندگی کے لیے کرتے ہیں جس کو دنیاوی زندگی اَلْحَیَاۃُ الدُّنْیَا موجودہ زندگی کہا جاتا ہے جو چند روزہ ہے جو ختم ہونے والی ہے اگر سو سال سوا سو سال کی عمر ہو گئی تب بھی چند روزہ ہی ہے مگر ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور اتنی بات تو غیر مسلم بھی مانتے ہیں کہ یہ زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر انسان ختم نہیں ہوتا۔ انسان پھر بھی باقی رہتا ہے پھر بھی وہ زندہ رہتا ہے۔ مگر اس زندگی کا نام الحیاۃ الاخرۃ آخروی زندگی

ہے جو موت کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ پھر اس کے ختم ہونے کی حد نہیں، قرآن حکیم نے اسی کو حقیقی زندگی فرمایا ہے۔

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ   بیشک دار آخرت وہی ہے زندگی

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کو دانش مند اور عقل مند قرار دیا ہے جو بعد الموت والی زندگی کے لیے محنت کرے۔

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز
من اتبع نفسہ ھواھا وتمنّٰی علی اللہ۔ (ترمذی شریف)
ص ۲۹، ۲۶

ترجمہ:۔ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو تابع اور مطیع بنائے۔ (اس سے محاسبہ کرتا رہے) اور بعد الموت کے لیے عمل کرتا رہے،
اور عقل و دانش سے عاجز (نادان اور بے وقوف) وہ ہے
جو اپنے نفس کے پیچھے چلتا ہے (خدا پرست بننے کے بجائے نفس
پرست بنا رہے) اور پھر بھی آرزو لگائے رکھے (کہ بلا حساب
کتاب بخشا جائے گا اور بلا کیے دھرے جنت میں پہنچ جائے گا)

اسلام نے جس طرح موجودہ زندگی میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا انتظام کرنا مسلمانوں کیلئے لازم اور فرض کیا۔ اسی طرح یہ بھی فرض کیا کہ مسلمان اپنی اور اپنے اہل و عیال کی اُخروی زندگی کو درست کرنے کی بھی کوشش کرے اور اپنی پوری محنت، توجہ اور پوری جد و جہد اس

میں صرف کردے۔

قال اللہ تعالیٰ — یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورہ تحریم ع۱)

ترجمہ:- اے ایمان والو، بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن ہوں گے انسان اور پتھر۔

وقال اللہ تعالیٰ — وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ط — (سورہ ۲۰ طٰہٰ - آیت ۱۳۲)

ترجمہ:- اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جا۔

سرپرستوں کے فرائض

محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ (بخاری شریف ...)

ترجمہ:- جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے ایک ہی مقررہ فطرت (ایک ہی انداز) پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ کام ماں باپ کا ہے کہ وہ اسکو

یہودی بنادیں۔ یا عیسائی بنادیں۔ یا مجوسی بنادیں۔

جب بچہ کی سادہ فطرت میں رنگ آمیزی ماں باپ کا کام ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی اولاد کے معصوم ذہنوں اور اُن کی پاک فطرت میں اسلام کا رنگ بھر دیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً " (ہم نے لیا رنگ اللہ کا۔ اور کس کا رنگ ہو سکتا ہے اللہ سے بہتر) اس کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی بچہ زبان کھولے آپ اس کو "اللہ" کا نام بتائیں "محمد" یاد کرائیں۔ پھر کلمہ طیبہ سکھائیں۔ رفتہ رفتہ عقائد اسلام اُس کے ذہن نشین کرائیں۔ بتلایئے کہ اللہ ایک ہے۔ اُس نے ہمیں ہمارے باپ اور سارے جہان کو پیدا کیا، وہی رزق دیتا ہے۔ وہی تندرستی دیتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے۔ اسی کے حکم سے موت آتی ہے۔ اسی کے حکم سے بارش برستی ہے۔ پودے اُگتے ہیں۔ پھول کھلتے ہیں۔ پھل آتے ہیں وغیرہ۔ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں۔ محمد رسول اللہ سارے جہان میں سب سے افضل ہیں۔ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

انسان جو کچھ کرتا ہے فرشتے اس کو لکھتے رہتے ہیں۔ نیکی کرو گے ثواب پاؤ گے۔ بدی کرنے والوں کو بدی ملتی ہے۔ قیامت ہوگی۔ حسا

کتاب ہوگا مسلمان بچہ۔ بات کا سچا۔ زبان کا پکا ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ
رفتہ رفتہ سکھاتے رہیئے۔ کسی دن کوئی بات بتادی۔ کسی دن کوئی بات
اسی طرح رفتہ رفتہ بچہ کو ملنے۔ سلام کرنے۔ مصافحہ۔ مزاج دریافت
کرنے کا طریقہ بھی بتادیجئے۔ کھانے پینے کے آداب بھی بتادیجئے۔ نوالہ
چھوٹا لو۔ دہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ کھانے میں چپر چپر کی آواز نہ نکالو۔ اپنے
سامنے سے کھاؤ۔ آہستہ کھاؤ۔ پلیٹ صاف کرو۔ ادب سے بیٹھو
تکیہ لگا کر نہ بیٹھو۔ پانی دہنے ہاتھ سے پیو۔ تین سانس میں پیو۔ کھڑے
ہوکر مت پیو۔ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہو۔ پانی بھی بسم اللہ
کہہ کر پیو۔ پاک کاموں کے لیے دہنا ہاتھ استعمال کرو۔ ناپاک کے لیے
بایاں۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرو۔ یہ بھی بتادیجئے کہ جھوٹ مت
بولو کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو۔ چغلی نہ کرو۔ کسی کی نقل نہ اتارو۔ بڑوں
کا ادب کرو۔ گھر میں جاؤ تو سلام کرو۔ گالی گندی بات ہے۔ کسی کو گالی
نہ دو۔ برا نہ کہو کسی قوم کے بڑوں کو برا مت کہو وہ تمہارے بڑوں کو برا کہے

نماز کی تعلیم و تربیت

جب بچہ کی عمر سات سال کی ہو جائے تو نماز سکھ
رفتہ رفتہ نماز کا عادی بناؤ۔ دس سال کی عمر میں
بچہ کو نماز کا پابند ہو جانا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

علموا الصبی الصلوٰة ابن سبع سنین واضربوہ علیہا ابن عشر (ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۴)

بچہ سات سال کا ہو تو اس کو نماز سکھا دو۔ دس سال کا ہو جائے (اور نماز چھوڑے تو) اس کو مارو۔

ناجائز پوشاک وغیرہ

نابالغ بچہ مکلف نہیں ہوتا۔ اچھے کاموں کا
ثواب اس کو ملتا ہے۔ مگر اچھے کام اس پر فرض
نہیں ہوتے۔ اس زمانہ میں اچھے برے کی ذمہ داری ماں باپ اور سرپرست
پر ہوتی ہے۔ سچے گوٹے۔ ٹھپے یا ریشم کا لباس بچہ کو پہنایا جائے یا سونے
چاندی کا کوئی زیور لڑکے کو پہنایا جائے، سونے چاندی کا کوئی قلم بچہ کو
دیا جائے یا سونے چاندی کے برتن میں کھانا کھلایا جائے تو اس کا گناہ
سرپرست کو ہوگا۔ لہٰذا خود بھی بچو اور بچہ کو بھی بچاؤ۔

اجرِ عظیم

آخرت کا نقشہ سامنے رکھیئے اور اسی نقشہ کو سامنے رکھ کر کہ وہ
نقشہ خوب صورت ہو اور اس میں رنگ اچھے بھرے جائیں۔ اہل و
عیال کی تربیت کیجئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے
کہ جو کچھ بھی آپ خرچ کریں گے آپ کو اس کا ثواب ملے گا حتیٰ کہ بیوی

کے منھ میں لقمہ رکھیں گے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔ بلکہ دوگنا ثواب ملے گا۔

اگر کسی غریب مسکین پر آپ خرچ کریں تو اس کا ثواب اکہرا ہوگا لیکن بال بچوں کی شرعی ضرورتوں پر خرچ کریں تو اس کا ثواب دوہرا ہوگا ایک ضرورت پوری کرنے کا ثواب دوسرا ثواب صلہ رحم کا کہ اپنے عزیز رشتہ دار سے آپ نے اچھا سلوک کیا۔ اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔

اولاد کے متعلق اسلامی تقریبات

بچہ کی تربیت اللہ کے نام سے شروع کرو۔ جیسے ہی بچہ کو نہلا دُھلا کر کپڑے پہناؤ (سفید کپڑے ہوں تو بہتر ہے) اس کے داہنے کان میں اذان دو۔ بائیں میں تکبیر پڑھو۔ خود نہ پڑھو تو اللہ کے کسی نیک بندے سے پڑھواؤ اپنے ہی خاندان کا ہو تو بہت اچھا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اذان پڑھی تھی۔ (ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف)

عقیقہ ۔ ساتویں دن عقیقہ کرو۔

(۱) سر کے بال منڈواؤ۔ بالوں کے وزن کی برابر چاندی صدقہ

کرو۔ (بالوں کا وزن عموماً تین ماشہ ہوتا ہے) پھر بچہ کے سر پر زعفران کا پانی مل دو۔

(۲) لڑکا ہو تو دو بکریوں یا دو بکریوں کی قربانی کرو۔ لڑکی کے لیے ایک کی۔ (ترمذی شریف ۳۵۴ صـ۱۸۳)

لڑکے کے لیے دو نہ ہوں تو ایک بکرے یا بکری کی قربانی بھی کافی ہے۔ اور بقر عید کے موقع پر قربانی کے جانوروں میں بھی عقیقہ کی نیت سے حصہ لیا جا سکتا ہے۔ (در مختار وغیرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں لخت جگر حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے پھول ہیں۔ (ترمذی شریف جلد ۲ صـ۲۱۸)

ان دونوں کے عقیقہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ انکا سر منڈوا کر بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کر دو۔ (ترمذی شریف باب ماجاء فی العقیقہ صـ۱۸۳)

ضروری مسئلے

(۱) عقیقہ ساتویں دن نہ کر سکے تو جب چاہے کر سکتا ہے۔ البتہ ساتویں دن کا خیال رکھنا بہتر ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہے

اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے۔ یعنی اگر بچہ جمعہ کے روز ہوا تھا تو
جمعرات کے روز عقیقہ کرے اور اگر جمعرات کے روز پیدا ہوا تھا تو بدھ
کو کرے یہ حساب سے ساتواں ہی دن ہوگا۔

(۲) عقیقہ کا کچا گوشت بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی۔
اور یہ بھی درست ہے کہ دعوت کرکے کھلا دیں۔ عقیقہ کا گوشت باپ،
دادا، نانا، نانی سب کھا سکتے ہیں۔

(۳) بہتر ہے کہ عقیقہ سے پہلے بچہ کا نام رکھ لیا جائے۔ تاکہ
دعا کرتے وقت اس کا نام لے کر دعا کی جا سکے۔

(۴) دعاء عقیقہ۔ قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھی
جائے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
میں نے اپنا رخ کر لیا اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اور زمین کو پیدا کیا۔ سب سے منہ موڑ کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں
اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ
بے شک میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ
اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور

بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
اسی کا میں حکم کیا گیا ہوں اور میں حکم برداروں میں سے ہوں
اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے
پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذِهٖ عَقِیْقَةُ لِابْنِیْ (لابنتی) فُلَانٍ
اے اللہ یہ عقیقہ ہے میرے لڑکے/لڑکی فلاں کا
دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا
اس ذبیحہ کا خون اسکے خون کے بدلہ میں۔ اس کا گوشت اسکے گوشت
بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا
اسکی ہڈی اسکی ہڈی اسکی کھال اس کی کھال اور اسکے بال
بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَاجْعَلْهَا
اسکے بالوں کے بدلہ میں (فدیہ ہو) اے اللہ اس ذبیحہ کو میری طرف سے
فِدَاءً لِابْنِیْ مِنَ النَّارِ
قبول فرمالے اور اس کو میری فلاں لڑکے/لڑکی کی طرف سے فدیہ بنا

ضروری ہدایت (۱) فلاں جس پر خط کھنچا ہوا ہے اسکی جگہ بچہ کا نام
لیا جائے۔ (۲) دو جگہ لفظ لابنی آرہا ہے لڑکی ہو تو لابنتی کہا جائے

(۱۳) یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عقیقہ نہ فرض ہے نہ واجب۔ نہ سنت مؤکدہ۔ صرف مستحب ہے۔ کرنے سے ثواب ضرور ہوگا مگر نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوگا۔ پس اس کو ایسا ضروری سمجھنا کہ قرض ادھار کر کے جس طرح بھی ہو اس کو انجام دیا جائے اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس میں ثواب تو کیا ہوتا الٹا گناہ ہوگا کیونکہ جس کام کو اسلام نے ضروری نہیں بنایا۔ اس کو ضروری قرار دینا بھی اسلام کی پاک تعلیم میں بگاڑ پیدا کرنا ہے۔ (معاذ اللہ)

(۱۴) عقیقہ میں مستحب اور ثواب کام وہ ہیں جو بیان کیے گئے۔ باقی رشتہ داروں کے دینے لینے۔ خاص خاص چیز دینے یا خاص خاص رشتہ داروں کو بلانے چلانے کی رسمیں محض رسومات ہیں ان کا ترک کر دینا بہتر ہے۔

ختنہ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفطرۃ خمس، الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ شریف ص۳۸۲ باب الترجل)

وہ چیزیں جن کو فطرت سلیم ضروری قرار دیتی ہے (اور انبیاء علیہم السلام ان کو کرتے رہے ہیں۔) پانچ ہیں۔ ختنہ موئے زیر ناف کو صاف کرنا، مونچھیں کٹوانا، ناخن ترشوانا اور بغلوں کے بال نوچ دینا۔

در مختار میں ہے:

والختان سنۃ کما جاء فی الخبر وھو من شعائر الاسلام وخصائصہ۔ فلو اجتمع اھل بلد علی ترکہ حاربھم الامام فلا یترک الا لعذر

(الدر المختار علی ھامش رد المختار ص۳۴۴ ج۵)

ختنہ کرانا سنت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور ختنہ اسلام کا ایک شعار ہے اور ان چیزوں میں سے ایک ہے جو اسلام کی خصوصیتوں میں قرار دی جاتی ہیں پس اگر کسی شہر کے باشندے اس کے چھوڑ دینے پر اتفاق کر لیں (متفقہ طور پر فیصلہ کر لیں کہ ختنہ نہیں کرایا کریں گے تو اسلام کا سربراہ اُن سے جنگ کرے گا۔ اور فوجی قوت سے ان کو اس شعار کے جاری کرنے پر مجبور کرے گا) لہٰذا کسی خاص مجبوری کے بغیر ختنہ نہ کرانا

جائز نہیں ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے۔

ینبغی ان یختتن الصبی اذا بلغ تسع سنین وان ختنوہ وھو اصغر من ذالک فحسن وان کان فوق ذالک قلیلا قالوا لاباس بہ وابوحنیفۃ لم یقدر وقت الختان قال شمس الائمۃ الحلوانی وقت الختان من حین یحتمل الصبی ذالک الی ان یبلغ

فتاوی قاضی خان مصری ص۲۰۱ ج۴۔

ترجمہ:۔ مناسب یہ ہے کہ جب بچہ نو سال کا ہو جائے تب ختنہ کی جائے اور اگر اس سے کم عمر میں ختنہ کر دی جائے تو یہ بھی مستحسن (اچھا) ہے اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر میں ہو تو علماء نے کہا اس میں بھی مضائقہ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے ختنہ کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں کہ ختنہ کا وقت اس وقت سے ہو جاتا ہے جب سے وہ برداشت کر سکے اور بلوغ کے وقت تک رہتا ہے۔

بڑا آدمی مسلمان ہو تو وہ اپنی ختنہ خود کر لے۔ دوسرے شخص کے سامنے

برہنہ ہونا جائز نہیں اگر وہ خود اپنی ختنہ نہیں کر سکتا تو معذور ہے اللہ معاف فرمائے۔

وقیل ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ و الا لم یفعل الا ان یمکنہ النکاح او شراء جاریۃ۔

یہ ہے شریعت کا سادہ حکم۔ جس کی ادائیگی کے لیے نہ اجتماع کی ضرورت ہے نہ شان و شوکت کی۔ جب بچہ میں برداشت کی قوت دیکھیں ختنہ کرنے والے کو بلا کر ختنہ کرا دیں۔ جب اچھا ہو غسل کرا دیں۔ اگر گنجائش ہو تو کچھ عزیز و اقارب یا دوست احباب یا کچھ غریبوں کو جو کچھ میسر آئے کھلا دیں۔

نام و نمود۔ شہرت دین کے کسی کام میں بھی درست نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام و نمود اور ریا کو ایک طرح کا شرک فرمایا ہے (ترمذی شریف)

اہل اسلام کے لیے خیر خواہی اور خیر اندیشی

دولت مند کے لیے آسان ہے کہ عقیقہ اور ختنہ جیسی تقریبات میں دل کھول کر خرچ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی نیت میں اخلاص ہو۔ نام و نمود اور شہرت مقصود نہ ہو۔ لیکن اس کا یہ اثر لازمی ہے کہ جو اس درجہ کے دولت مند نہیں ہیں اور سوسائٹی (برادری) میں اپنا درجہ برابر کا رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی

دولت مند کی طرح ان تقریبات میں خرچ کریں اصلاً کے پاس اس کی گنجائش نہ ہو تو قرض لیں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ دولت والے ان غریبوں کا خیال کر کے احتیاط سے کام لیں اور غیر ضروری خرچ کوئی نہ کریں۔ بے شک ان کو اپنے جذبات قربان کرنے پڑیں گے۔ مگر یہ قربانی رائیگاں نہیں ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہوگی۔ اس تقریب پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کا وہ ثواب نہیں ہوگا جو اس قربانی کا ہوگا۔

یہ بھی یاد رکھیئے کہ دوسروں کے حق میں خیر خواہی اور خیر اندیشی اتنی ضروری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح صحابہ کرام سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا عہد لیا اس کا بھی عہد لیا کہ ہر ایک مسلمان کے خیر خواہ ہوں اور ہر صاحب ایمان کے حق میں خیر خواہ رہیں

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم بخاری شریف صـ ۱۳	میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا کہ نماز باقاعدہ پوری پابندی سے پڑھتا رہوں گا۔ زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا اور ہر ایک مسلمان کے حق میں خیر خواہی سے کام لوں گا۔"

بسم اللہ کرانا مکتب میں بٹھانا

جب قرآن شریف پڑھانے کے ارادہ سے آپ نے اپنے بچہ کی بسم اللہ کرائی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت یہ ہے کہ آپ کا بچہ بھی بہت ہی اچھا ہے اور سب سے اچھا ہے اور آپ بھی سب سے اچھے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (بخاری شریف صـ ۷۵۲)۔

تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔

بچہ نے قرآن شریف سیکھنا شروع کیا ہے۔ استاد سکھانے والے ہیں اور آپ کی کوشش ہے تو سکھانے والوں میں آپ بھی شامل ہیں اور آپ بھی بہت اچھے ہیں۔

خدا کرے آپ کا بچہ قرآن شریف پڑھے۔ اس کو سمجھے اس پر

عمل کرے تو آپ کو بھی اور بچہ کی والدہ کو بھی قیامت کے روز ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا کے آفتاب کی روشنی سے کہیں بہتر ہوگی (مشکوٰۃ شریف ۔ بحوالہ احمد و ابو داؤد شریف)

مگر دیکھئے اس مبارک موقع پر جو کچھ آپ کریں اللہ کے لیے کیجئے۔ نام نمود کے لئے نہ کیجئے۔

جب بچہ بولنے لگے اس کو اللہ کا نام سکھاؤ۔ کلمہ سکھاؤ۔ پھر کسی دیندار بزرگ متبرک کی خدمت میں لے جا کر بسم اللہ کہلا دو اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے اور بلا پابندی کے جو کچھ توفیق ہو خدا کی راہ میں خیرات کر دو۔ چھپا کر خیرات کرو تو اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔ ایسے ہی قرآن شریف ختم ہونے کے وقت جو کچھ کرو اللہ کے لیے کرو۔ نام نمود کے لئے نہ کرو، کسی رسم کے پیچھے ہرگز نہ پڑو کہ اس سے نیکی برباد گناہ لازم آتا ہے۔ استاد کی خدمت خوش دلی سے دل کھولکر کرو۔ مگر احسان جتانے کے لیے نہیں۔ اور نمائش یہاں بھی نہ ہونی چاہئیے اسلام کی تعلیم یہی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَاءِ یُرَاءِ اللّٰہُ

ترجمہ :۔ جو شہرت کے لیے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کو

اس کی تشہیر کرائے گا اور عام اعلان کرائے گا کہ اس نے یہ
کام اللہ کے لئے نہیں بلکہ شہرت کے لئے کیا تھا) اور جو دکھاوا
کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی نمائش کرائیگا۔

یعنی نمائشی کاموں سے دنیا میں جتنی شہرت اور نام آوری ہوئی تھی قیامت کے روز اس سے کہیں زیادہ رسوائی اور ناکامی ہوگی۔ کیونکہ یہاں جو کچھ بھی ہوا۔ وہ ایک محدود علاقہ اور محدود جماعت میں ہوا۔ اور قیامت کے روز تمام مخلوق میدان حشر میں ہوگی اس کا علاقہ بہت وسیع اور اسکی گنتی بے شمار ہوگی۔ معاذاللہ

نکاح اور ــــ ازدواجی زندگی

زندگی کیا ہے؟

ہم ترقیات کے منصوبے (پروجیکٹ) بناتے ہیں۔ کامیابی کا ایک نشان مقرر کرتے ہیں مثلاً یہ کہ ہمیں اس سال ملک سے ایک کروڑ ٹن غلہ پیدا کرنا ہے۔ یا یہ کہ اس فیکٹری سے ایک لاکھ گز کپڑا تیار کرانا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا
یاایہا الناس ان لکم معالم فانتہوا الی معالکم

وان لکم نہایۃ فانتہوا الی نہایتکم

ترجمہ:۔ اے لوگو۔ تمہارے لئے کچھ نشان مقرر ہیں۔ ان نشانوں تک پہنچو اور تمہارے لیے ایک آخری حد ہے اس حد تک رسائی حاصل کرو۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

سَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّن رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُہَا
السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ ط (سورہ ۳ آل عمران آیت ۱۳۳)

ترجمہ:۔ تیزی سے بڑھو اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہے۔

زندگی ایک منصوبہ (پروجیکٹ)

آیت مبارکہ اور حدیث شریف کے ترجمہ پر دوبارہ نظر ڈالو۔ حاصل یہ ہے کہ یہ پروجیکٹ جس کا نام "دنیاوی زندگی" ہے۔ اس کی کامیابی کا نشان ہے "مغفرت اور جنت"۔

بس جس طرح کسی بھی منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش کیا کرتے ہو خود اپنی زندگی کے پروجیکٹ اور منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش کرو۔ تیز گام بنو، تیزی سے آگے بڑھو۔

وَاِن لکمْ نہایۃ فانتہوا الی نہایتکمْ

ترجمہ :۔ اے لوگو۔ تمہارے لئے کچھ نشان مقرر ہیں ۔ ان نشانوں تک پہنچو اور تمہارے لیے ایک آخری حد ہے اس حد تک رسائی حاصل کرو۔

اللہ تعالے کا ارشاد ہے ۔

سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّن رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ط (سورہ ۳ آل عمران آیت ۱۳۲)

ترجمہ :۔ تیزی سے بڑھو اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہے ۔

زندگی ایک منصوبہ (پروجیکٹ)

آیت مبارکہ اور حدیث شریف کے ترجمہ پر دوبارہ نظر ڈالو۔ حاصل یہ ہے کہ یہ پروجیکٹ جس کا نام "دنیاوی زندگی" ہے۔ اس کی کامیابی کا نشان ہے "مغفرت اور جنت" ۔

بس جس طرح کسی بھی منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش کیا کرتے ہو خود اپنی زندگی کے پروجیکٹ اور منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش کرو۔ تیز گام بنو تیزی سے آگے بڑھو۔

ازدواجی تعلق (نکاح) کی کامیابی

اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کیلئے جس طرح باہر کے مددگاروں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک ایسے مددگار کی بھی ضرورت ہے جو اندرون خانہ مدد کرے۔ جو ہر وقت کا ساتھی ہو اور زندگی بھر ساتھ رہے ۔ جس کی ہمدردانہ رفاقت تسکین حیات کا سامان ہو اور جس کی دینی زندگی سے ہماری دینی زندگی کو سہارا ملے ایسی رفیقۂ حیات کو حاصل کر لینا نکاح کی کامیابی ہے ۔ ایک مومن جس کی نظر آخرت پر رہتی ہے وہ نکاح اسی لیے کرتا ہے کہ ایسی رفیقہ حیات حاصل کرلے جو اس کی دینی زندگی میں مددگار ہو۔ چنانچہ سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

تنکح المرأۃ لاربع لمالہا ولحسبہا ولجمالہا ولدینہا فاظفر بذات الدین تربت یداک (بخاری شریف مسلم شریف)

ترجمہ :۔ چار باتوں کی طمع میں عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے مال کی طمع میں یا حسب نسب یا حُسن وجمال کے شوق میں یا دینداری کی بنا پر تو تیرا بھلا ہو۔ تو دیندار کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔

رحم اللہ رجلا قام من اللیل فصلی فایقظ امرأتہ فصلت فان ابت نضح فی وجہہا الماء

خدا کی رحمت ہو اس مرد پر جو تہجد کے لیے رات کو اٹھے۔ نماز پڑھے۔ پھر بیوی کو جگائے وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ نہ جاگے تو اس کے منھ پر پانی کی چھینٹیں ڈال دے۔

رحم اللہ امرأۃ قامت فصلت فایقظت زوجہا فصلی فان ابی نضحت فی وجہہ الماء (ابوداؤد و نسائی مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل)

اللہ کی رحمت ہو اس عورت پر جو رات کو تہجد کے لیے اٹھے۔ نماز پڑھے۔ پھر شوہر کو اٹھائے وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ اٹھنے میں سستی کرے تو اس کے منھ پہ پانی کی چھینٹیں ڈال دے۔

مقاصد نکاح

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی کا تقاضا ہے کہ اس نے تمام فحش باتوں کو وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ حرام قرار دیا۔ (بخاری شریف ص۱۱۲۳)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جس میں بیوی کا خرچ برداشت کرنے کی ہمت ہو اس کو نکاح

کر لینا چاہیے۔ کیونکہ نکاح نیچی نظر رکھنے اور پاک دامن رہنے کا سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہے اور جس میں یہ ہمت نہ ہو اس کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے کہ غلط جذبات معطل اور کند ہوں۔ (بخاری شریف ص۷۵۸)

(۲) دنیا کی رونق نسل انسان سے ہے۔ اور امت محمدیہ کی کثرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے باعث فخر ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا۔

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (ابوداؤد ونسائی)

یعنی۔ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جنکے خاندانی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے توقع ہو کہ وہ انسیت اور محبت سے کام لینے والی ہیں اور اولاد بھی ان کے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ امت کی زیادہ کثرت میرے لیے باعث فخر ہوگی

(۳) نیز ارشاد ہوا۔

قریش کی عورتیں سب سے اچھی ہیں۔ بچوں پر عاقلانہ اور سلیقہ مندانہ شفقت کرتی ہیں اور شوہر کی چیزوں کی نگرانی رکھتی ہیں۔ (صحاح)

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ذمہ داریاں اس طرح تقسیم فرمادیں کہ گھر کے کاموں کی ذمہ دار حضرت فاطمہؓ اور باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ گھر کی صفائی خود کرتی تھیں چکّی پیستی تھیں، پانی بھی وہی لاتی تھیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (الدرالمختار باب النفقہ)

نکاح کی حیثیت

ایک شخص پاک دامن رہتے ہوئے تن تنہا بیوی کے بغیر بھی زندگی کا سفر طے کر سکتا ہے لیکن وہ نظام قدرت کے تقاضوں سے منہ موڑ رہا ہے اور اللہ تعالےٰ کے احسان و انعام کو قبول کرنے سے پہلو تہی کر رہا ہے

اللہ تعالےٰ نے عورت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ مرد کے لیے باعث تسکین[1] ہو۔ یہ اللہ تعالےٰ کے اس احسان کو قبول نہیں کر رہا۔

اللہ تعالےٰ نے اس کو ایک طاقت بخشی۔ اس کو صحیح اور جائز طریقہ پر استعمال کرنے کے بجائے اس کو ضائع کر رہا ہے یعنی اللہ تعالےٰ کے عطیہ کی ناسپاسی اور ناشکری کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت فرمایا اور ارشاد فرمایا "من رغب عن سنتی فلیس[2] منی" (بخاری شریف ص۵۸)

مختصر یہ کہ اگر ضروریات نکاح پوری کرنے کی ہمت ہو تو نکاح کر لینا سنت ہے اور اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو نکاح کر لینا واجب ہو جاتا ہے اور خرچ کی ہمت نہ ہو تو خطرہ سے نجات کی سبیل روزہ ہے۔ یعنی فاقہ جو روزہ کی صورت میں ہو۔

---

[1] وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا۔ سورۂ الاعراف آیت ۱۸۵ [2] جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔

مہر

نکاح ایک باعزت اور باعظمت تعلق ہے۔ خوبی یہ ہے کہ مرد کی حیثیت طالب کی ہو اور عورت مطلوب ہو یہ طلب خالی ہاتھ نہ ہونی چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (سورۂ نساء ۔ آیت ۲۴)

یعنی یہ طلب اس طرح ہو کہ شوہر کچھ مالی پیشکش بھی کرے اسی کو مہر کہا جاتا ہے

مہر کتنا ہو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو، عورتوں کے مہر کو زیادہ مت بڑھاؤ۔ اگر مہر کی زیادتی دنیا میں عزت یا اللہ کے یہاں تقوے کی بات ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ زیادہ سے زیادہ مہر مقرر فرماتے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا ہو۔ (ترمذی شریف ص۱۳۲ ج۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ ایک اوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے تو ساڑھے بارہ اوقیہ پانچسو درھم ہوئے۔ (مسلم شریف ص۴۵۸ ج۱)

زکوٰۃ کا نصاب دوسو درھم ہے جو ساڑھے باون تولہ، چون تولہ یا ۵۷ تولے کے ہوتے ہیں تو اس حساب سے پانچسو درھم کم سے کم ایک سو

اکتیس تولہ ۳ ماشہ کم اور زیادہ سے زیادہ ایک سو چالیس تولہ کے۔ اسی کو مہر فاطمی کہا جاتا ہے

جہیز

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اگر دعا فرماتے تو احد پہاڑ اور اس سے بھی بڑے بڑے پہاڑ۔ آپ کے لیے سونے کے ڈھیر بن جاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو خواتین جنت کی سردار اور آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر تھیں زیادہ سے زیادہ شاندار اور قیمتی جہیز عطا فرماتے۔ صحابہ کرامؓ اگر کچھ بھی اشارہ پا لیتے تو ہدیوں اور تحفوں کے ڈھیر لگا دیتے۔ لیکن اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کی یہ سنت امت کے لیے مصیبت بن جاتی۔ لہٰذا آپ نے خود ایثار سے کام لیا اور شاندار جہیز کے بجائے اپنی چہیتی بیٹی کو صرف یہ جہیز دیا۔

ایک لحاف، ایک چمڑے کا گدا (جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) دو چکیاں، ایک مشکیزہ، اور مٹی کے دو گھڑے (الاصابہ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا والترغیب والترھیب) (بعض روایتوں میں کچھ زیادتی ہے ملاحظہ ہو بہشتی زیور حصہ ششم)

مگر ہمارے دولت مند یہ ایثار اور قربانی پسند نہیں کرتے وہ نمائش اور فخر کو ضروری سمجھتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ شاندار جہیز دیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی وہ لوگ بھی ایسی ہی نمائش کرتے ہیں جو ایسے دولتمند

نہیں ہوتے۔ وہ رشوتیں لیتے ہیں۔ وقت پر سودی قرض سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس طرح جہیز کی سنت کو اپنے لیے وبال بنا لیتے ہیں (معاذ اللہ)

ولیمہ

مسنون ہے۔ مگر حسب حیثیت۔ سادہ طریقہ پر اختصار کے ساتھ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا تھا جس کی بڑائی یہ تھی کہ آپ نے ایک بکری ذبح کی تھی۔ (بخاری شریف ص [illegible])

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ اس شان سے کیا کہ چمڑے کے دسترخوان بچھا کر ان پر کھجور ڈال دیے اور پنیر اور گھی رکھ دیا۔ لوگوں نے تینوں کو ملا کر حلوا سا بنا لیا۔ اور تناول فرمایا۔ (بخاری شریف ص [illegible] و ص [illegible])

ایک زوجہ مطہرہ کے ولیمہ میں جو کا ستو پیش فرمایا۔ (بخاری شریف ص [illegible])

اس کے علاوہ اور مراسم اور تقریبات جو شادی یا رشتہ یا رخصتی کے وقت عمل میں لائی جاتی ہیں ان میں اگر کوئی خلاف شرع۔ مثلاً گانا، بجانا، ناچ رنگ وغیرہ نہیں ہوتا تو ان کو مباح کہا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہو، ایسے تمام موقعوں پر اللہ تعالٰے کے یہ ارشادات پیش نظر رہنے چاہئیں۔

(۱) لَا تَجْعَلْ يَدَكَ نہ اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو کہ گردن میں بندھ

مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ٥
(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۸)

جائے اور نہ بالکل ہی پھیلا دو۔ دونوں صورتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر طرف سے ملامت پڑے گی اور حسرت زدہ درماندہ بن کر رہ جاؤ گے۔

(۲) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا
(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶۔۲۵)

(دیکھو) جو تمہارے قرابت دار ہیں۔ جو مسکین ہیں۔ جو (بے یار و مددگار) مسافر ہیں ان سب کا تم پر حق ہے۔ اِن کا حق ادا کرتے رہو۔ اور بے محل مت خرچ کرو۔ فضول خرچ بے شک بے محل فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کی نعمتوں کا کفران کرنے والا ہے

اللہ تعالےٰ نے خرچ کے سلسلہ میں اپنے خاص بندوں کی یہ شان بیان فرمائی ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ط
(سورہ فرقان۔ آیت ۶۷)

جب خرچ کریں تو نہ بے جا فضول خرچ کریں اور نہ تنگی کریں (بلکہ) ان دونوں کے بیچ گذران کا ایک سیدھا اور درست طریقہ اختیار کریں۔

طلاق

انتخاب میں غلطی ہوئی اور ایسی رفیقۂ حیات میسر نہ آسکی جو آپ کی دینی زندگی میں مددگار ہو یا بعد میں کچھ ناگوار صورتیں پیش آگئیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا حکم پھر بھی یہ ہے

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا
(سورہ ۴ نساء۔ آیت ۱۹)

گذران کرو ان عورتوں کے ساتھ (اچھی طرح) خوبی کے ساتھ۔ اگر تم ان سے کراہیت کرو (تم کو وہ پسند نہ ہوں) تو ممکن ہے تم ایک شے سے کراہیت کرو اور کر دے اللہ تعالیٰ اس میں خیر کثیر۔ (کوئی بڑی بھلائی اور بڑی منفعت)

مطلب یہ ہے کہ ناگواری اور ناپسندیدگی کے باوجود تمہیں نباہنا چاہیے۔ تمہارا سلوک اچھا ہی رہنا چاہیئے۔ بہت سی خرابیوں میں کوئی خوبی بھی ہوتی ہے۔ اس کی قدر کرو۔ اور برداشت سے کام لو۔ البتہ حسب ضرورت تنبیہ بھی کر سکتے ہو۔ نقطہ نظر اصلاح ہونا ضروری ہے۔ اصلاحی نقطہ نظر

سے جو تنبیہ ہو اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ اس کی ترتیب یہ بیان فرمائی ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ — اور وہ عورتیں جن کی بد دماغی کا خطرہ ہو

(۱) فَعِظُوْھُنَّ — (۱) ان کو نصیحت کرو۔ (اگر نہ مانیں تو)

(۲) وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ — (۲) ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو۔ (اس کی پہلی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ تم اُسی کمرہ میں رہو۔ لیکن الگ بستر پر۔ دوسری شکل یہ کہ اس کمرے میں بھی نہ لیٹو۔ دوسری جگہ رہو۔ بہرحال اس مرحلہ پر عورت کو کمرہ سے نہیں نکالا جائے گا۔)

(۳) وَاضْرِبُوْھُنَّ — اب بھی اثر نہ لیں تو کچھ ضرب بھی لگا سکتے ہو۔ مگر ایسی نہیں جیسے غلام باندی کو بلکہ بہت معمولی مثلاً مسواک مار دو۔ (حدیث)

فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا — پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں۔ (اور تمہاری بات ماننے لگیں) تو ان پر کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو۔

(یہ ہمیشہ ذہن میں جمائے رکھو کہ تمہارا ہر ایک قول و فعل اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے جو) بہت بلند (تم سے بھی بہت بلند) بہت عظمت والا ہے۔ تم بیوی سے بلند بھی ہو اور بڑے بھی۔ مگر خدا کے سامنے

تمہاری بلندی اور عظمت ہیچ ہے)

(۴) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ؁ (سورہ نساء ع۱ آیت ۳۵) — (اور یہ تمام کوشش ناکام رہے اور آپس کے لوگوں کو) خطرہ ہو کہ ان دونوں کا اختلاف باقی ہی رہے گا خود آپس میں اپنے طور پر نہ سلجھا سکیں گے تو (اے رشتہ دارو تمہارا یہ کام ہونا چاہیے) کہ بھیجو ایک پنچ (ایسا آدمی جو تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو) مرد کے خاندان سے اور ایک (ایسا ہی پنچ) عورت کے خاندان سے۔ اگر یہ دونوں اصلاح (اور معاملات کے سلجھانے کا) ارادہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں بھی موافقت پیدا کر دے گا (بشرطیکہ وہ خود بھی موافقت کا ارادہ رکھتے ہوں اور پنچوں کی بات مانیں) بے شک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا ہے جو ہر ایک بات کی خبر رکھتا ہے۔

آخری چارہ کار

اگر کوئی صورت موافقت کی نہیں ہو سکی تو آخری چارہ کار جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے بلکہ نہایت ہی مکروہ، ناپسند اور مبغوض ہے وہ طلاق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ابغض الحلال الی اللہ الطلاق"

(جو چیزیں حرام نہیں حلال اور جائز ہیں ان میں جو چیز اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت ہے وہ طلاق ہے ۔)

ضروری تنبیہ

لیکن یاد رکھیئے اور پوری طرح یاد رکھیئے ۔ اگر خدانخواستہ طلاق کی نوبت آئے تو تین طلاقیں ہرگز نہ دیجیئے ۔ دوستوں کو بھی تاکید سے سمجھا دیجیئے ۔ بیک وقت تین طلاقوں کو طلاق بدی کہا جاتا ہے ۔ جو مکروہ ہے ۔ یعنی طلاق عنداللہ مبغوض اور اس مبغوض پر یہ مکروہ ۔ (معاذاللہ) کریلا اور نیم چڑھا

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ماہواری کے دنوں میں طلاق نہ دی جائے یہ بھی مکروہ ہے ۔

طلاق رجعی

طہر میں (یعنی جب ماہواری ایام نہ ہوں) صرف ایک طلاق دی جائے ۔ اگر ایک طلاق دی ہے تو زمانہ عدت میں مرد رجوع بھی کر سکتا ہے ۔ اس کے لیے بیوی کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ بیوی نہ چاہے تب بھی مرد رجوع کر سکتا ہے اور حسب سابق میاں بیوی کا تعلق قائم رکھ سکتا ہے ۔ صرف دو طلاقیں دی جائیں خواہ ایک مرتبہ میں یا دو مرتبہ میں تب بھی یہی حکم ہے کہ زمانہ عدت میں مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے ۔ رجوع زبان سے کہنے سے بھی ہو سکتا ہے اور زبان سے کچھ نہ کہے میاں بیوی والا معاملہ کر لے تب

بھی رجوع ہو جائے گا ۔ اگر زمانہ عدت ختم ہو گیا ہے یعنی تین ماہواری آ چکیں تو اب رجوع نہیں کر سکتا البتہ نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ بیوی راضی ہو ۔ عدت ختم ہو جانے کے بعد عورت آزاد ہو جاتی ہے ۔ وہ آپ کے سوا کسی دوسرے مرد سے بھی نکاح کر سکتی ہے ۔

تین طلاقیں

تین طلاقوں کے بعد خواہ وہ ایک وقت میں ہوں یا یکے بعد دیگرے الگ الگ اوقات میں ہوں مرد رجوع نہیں کر سکتا بلکہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں کر سکتا ۔ طلاق مرد ہی دے سکتا ہے عورت طلاق نہیں دے سکتی ۔ اگر عورت رہنا نہیں چاہتی تو وہ مرد سے التجا کر سکتی ہے کہ وہ اس کو طلاق دیدے اور وہ مہر معاف کر دے گی یا اگر لے چکی ہے تو واپس کر دے گی ۔ اس کو خلع کہا جاتا ہے ۔ خلع کی صورت میں مرد کو اس سے زائد نہیں لینا چاہیئے ۔ جو اس نے مہر کی صورت میں دیا ہے ۔ زیادہ لینا مکروہ ہے ۔

کسبِ معاش

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

طلب الکسب الحلال فریضة بعد الفریضة (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال) یعنی اللہ تعالیٰ کے فرض (نماز) کے بعد جو دوسرا فرض عائد ہوتا ہے وہ ہے حلال روزی کی طلب و جستجو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(سورہ ۶۲ جمعہ آیت ۱۰ پ ۲۸)

ترجمہ:۔ جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو۔

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جس طرح حکم نماز کی تعمیل کرتے تھے وہ انتشار فی الارض (زمین میں پھیل پڑنے) اور ابتغاء فضل اللہ (اللہ کا

فضل یعنی منفعت حاصل کرنے) کے حکم کی بھی تعمیل کرتے تھے۔ چنانچہ کچھ صحابہ وہ تھے جن کی شان یہ تھی کہ رات کو یادِ خدا اور نماز تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور گذر اوقات کے لیے دن کو لکڑیاں چنتے تھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۲۸۶)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ (خاص چندہ) کا حکم دیا تو ہم منڈی میں پہنچکر پلہ داری کرتے ایک مُد یا دو مُد (مُد دو رطل کا یعنی ستر تولہ کا) جو کچھ مزدوری ملتی وہ ہم چندہ میں پیش کر دیتے۔ (بخاری شریف صفحہ ۱۹۱)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف دس بارہ سال کی تھی جب آپ اُجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۳۰۱)

مدینہ طیبہ کے حضرات انصار رضی اللہ عنہم کاشتکار تھے۔ ان میں زیادہ تر وہ تھے کہ خود ہی کھیت کا تمام کام کرتے تھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۲۷۵)

حضرات مہاجرین جو مکہ معظمہ سے مدینہ آئے تھے زیادہ تر تجارت پیشہ تھے چل پھر کر اپنا کاروبار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۲۷۲ و صفحہ ۲۷۸)

تجارت اور تاجر

تجارت باہمی تعاون کی ایک صورت ہے کیونکہ ایک گھرستی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ غلہ خریدنے کے لیے گاؤں میں کاشتکار کے پاس جائے اور گوشت کی ضرورت ہو تو خود

بکری ذبح کرے۔ کپڑا خریدنے کے لیے بنکر کے پاس پہنچے اور دوائیں گل بنفشہ یا گاؤزبان کی ضرورت ہو تو وہ جنگل میں جاکر ان دواؤں کو تلاش کرے۔ دوکان دار یہ خدمت انجام دیتا ہے کہ ان چیزوں کو فراہم کرتا ہے اور ضرورتمند کو قیمت لے کر ضرورت کی چیز دیدیتا ہے۔ تاجر اگر اپنی حیثیت کو صحیح طور پر پہچانتا ہے تو اس میں تعاون کا جذبہ ہونا چاہیئے اور جس طرح اپنے نفع کا طلب گار ہو وہ خریدار کا بھی خیرخواہ اور ہمدرد ہو۔ وہ اچھے سے اچھا مال لائے۔ احتیاط سے رکھے کوئی ملاوٹ اور کھوٹ اس میں نہ کرے۔ مناسب نفع سے اس کو بیچے۔ دھوکا نہ دے۔ دغا نہ کرے۔ ہرگز ایسا نہ کرے کہ نمونہ ایک دکھاوے مال دوسرا دے یا مثلاً دہرہ دون کے سیب کو کشمیر کا سیب بتلائے یا چوربازاری کرے یا مال میں کوئی عیب یا نقص ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے۔ گاہک کو دھوکے میں رکھے۔ یا ناواقف کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھاکر زیادہ کا مال کم میں خریدے۔ تاجر اگر ان باتوں سے پرہیز کرتا ہے سچائی، امانت اور ہمدردی سے کام کرتا ہے تو وہ خلق خدا کی بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے اس کا مرتبہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت کے روز وہ انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

التاجر الصدوق الامین — تاجر جو سچائی سے کام لینے والا امانتدار
مع النبیین والصدیقین والشہداء — ہو وہ انبیاء صدیقین اور شہداء کے
(ترمذی شریف ص۱۴۵) — ساتھ ہوگا۔

لیکن اگر وہ سچائی اور امانت سے کام نہیں لیتا اور ان ممنوع باتوں کو کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہے چنانچہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من غش فلیس منّا (ترمذی شریف ص۱۵۷) — جو خیانت کرے وہ ہمارا نہیں

نیز ارشاد ہوا۔

الجالب مرزوق — جو خریداروں کی سہولت کے لیے
والمحتکر ملعونٌ — دوسری جگہ سے مال لاکر گاہکوں کو
ابن ماجہ شریف ص۱۵۶ — دیتا ہے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور جو نفع کے لالچ میں ضرورت کے وقت مال روک لے وہ ملعون ہے۔

جو بھاؤ تاؤ کے وقت جھوٹ بولتا ہے اور قسم کھاکر گاہک پر رعب جماتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ — جو لوگ اللہ کے عہد اور خود اپنی قسموں کے بدلیں
وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ — لے لیتے ہیں (متاع دنیا کی) حقیر قیمت یہی ہیں

لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ سورۂ آل عمران آیت ۷۷

کہ آخرت میں اُنکا کوئی حصہ نہیں ہوگا نہ تو قیامت کے دن اللہ ان سے کلام کریگا نہ ان پر اسکی نظر التفات پڑیگی ۔ نہ گناہوں کی آلودگی سے پاک کیے جائیں گے اور ان کے لیے عذاب ہوگا دردناک ۔

تجارت کے علاوہ دوسرے پیشوں کے متعلق بھی خاص خاص بشارتیں وارد ہوئی ہیں مثلاً زراعت کے سلسلہ میں ۔

زراعت | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهُ بِهٖ صَدَقَةٌ

بخاری شریف صـ[illegible]

کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے یا کھیت بوئے اس سے کوئی پرندہ یا آدمی یا کوئی چوپایہ کچھ کھالے تو وہ اس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا

صنعت و حرفت | دستکاروں کے متعلق ارشاد ہوا

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ

(جمع الفوائد)

اللہ تعالیٰ دستکار مسلمان سے محبت رکھتا ہے ۔

نیز ارشاد ہوا ۔ کوئی شخص کوئی خوراک اس سے بہتر نہیں کھا سکتا جو دستکاری سے حاصل کی گئی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام دستکاری کی آمدنی سے کھایا کرتے تھے ۔ (بخاری شریف صـ۲۷۸)

کسب حرام

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس ۔ فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (بخاری شریف صـ۱۳)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

جو حلال ہے وہ کھلا ہوا ہے ۔ وہ جو حرام ہے وہ کھلا ہوا ہے ان دونوں کے درمیان کچھ ایسے معاملے ہیں جو مشتبہ ہیں جن کا حلال یا حرام ہونا ظاہر نہیں ۔ پس جس شخص نے شبہ کی چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا ۔ اور جو شخص شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام ہی میں جا دھنسا جیسے کوئی چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چرائے تو خطرہ

ہے کہ مویشی چرتے چرتے شاہی چراگاہ میں منھ ڈال بیٹھیں۔

یاد رکھو۔ ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے۔ دیکھو شہنشاہ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی گویا مخصوص چراگاہ محارم ہیں

یاد رکھو۔ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے تو جذبات بدن کا عالم بھی درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو جسمانی خواہشات اور جذبات کا سارا عالم برباد ہو جاتا ہے

یاد رکھو۔ جسم انسان کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا وہ ہے جسے قلب کہا جاتا ہے (جو بشری جذبات پر حکمران ہے۔)

اکل حلال اور عبادات اور دُعار کی مقبولیت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایک شخص پردیسی اور دور دراز سفر میں مارا مارا پھر رہا ہے بال بکھرے ہوئے گرد سے اَٹے ہوئے وہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ اور پکارتا ہے یا رب یا رب۔ مگر حالت یہ ہے کہ کھانا بھی حرام۔ پہننا بھی حرام۔ حرام ہی سے وہ پلا بڑھا۔ ایسے شخص کی دعا کیا قبول ہو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف)

حرام مال سے صدقہ

ارشاد نبوی ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مال حرام سے صدقہ کیا جائے تو وہ قبول نہیں ہوتا۔ اس کے خرچ میں برکت نہیں ہوتی۔ ترکہ رہ جائے تو وہ

توشۂ دوزخ۔

یاد رکھو۔ خدا برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا۔ برائی کو نیکیوں سے مٹاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ احمد)

مسئلہ - حرام مال جیسے بنک کا سود وغیرہ اپنے پاس نہ رکھے نہ اپنے خرچ میں لائے۔ کسی ضرورت مند یا کسی ادارہ کو دیدے۔ ایسی رقم سے زکوٰۃ یا صدقہ فطر ادا نہیں ہو سکتا۔ مال حرام میں صدقہ کی نیت بھی گناہ ہے۔ البتہ تعمیل حکم کا ثواب آپ کو ملے گا کہ ایسی رقم کو آپ نے اپنے پاس نہیں رکھا کسی کو دے کر اپنی ملک سے نکال دیا۔ اسی طرح رشوت حرام ہے۔ رشوت کی رقم واپس کردینی چاہیئے واپس نہ کرسکے تو کسی کو دیکر اپنی ملک سے نکال دے۔

مال جمع کرنا اور کفایت شعاری

بہت مشہور ارشاد مبارک ہے:۔ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ (بخاری شریف وغیرہ)

تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ دو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو کنگال چھوڑ دو وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں پہلے خرچ ان پر کرو جن کا نان نفقہ تم پر واجب ہوتا ہے۔ جو تمہارے عیال ہیں۔

زکوٰۃ، صدقہ اور قرضِ حسن

نبوت کا آغاز تھا۔ مٹھی بھر مسلمان تھے۔ بہت سے بہت چالیس ہوں گے جو سورۂ مزمّل نازل ہوئی جس کی آخری آیت یہ ہے۔

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ	نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالےٰ
واقرضوا اللہ قرضاً حسنا	کو قرض حسن دو اور جو کچھ تم خود اپنے نفع کے
وما تقدموا لانفسکم	لیے آگے بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں
من خیر تجدوہ عند اللہ	اس سے بہت بہتر اور اجر میں بہت بڑھا
ھو خیرا واعظم اجرا ۔	ہوا پاؤ گے

(سورہ ۷۳ مزمل۔ آیت۔ ۲۰ پ ۲۹ - ع ۲)

اس آیت میں دو مد ذکر کیے گئے۔ زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن۔ یعنی زکوٰۃ کے علاوہ عطیہ وغیرہ۔ اس وقت زکوٰۃ کا نصاب نہیں مقرر ہوا کہ کتنی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور کتنی واجب ہوگی۔ اور مدات خرچ میں دو مد بہت اہم تھے۔ ایک غریب اور ضرورت مند مسلمانوں کی امداد دوسری جو غلام مسلمان ہوجائیں ان کو مالکوں سے خرید کر آزاد کر دینا۔ اس وقت

کا معمول یہ تھا کہ ذاتی خرچ میں کفایت سے کام لیا جاتا اور جو کچھ بچتا وہ اگر ضرورتمند کو دیا گیا تو زکوٰۃ اور غلام کی خریداری وغیرہ پر خرچ کیا گیا جہاں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگ سکتی وہ اللہ کے لیے قرض

تقریباً پندرہ سال تک یہی معمول رہا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے اور مسلمانوں کو آزاد خود مختار زندگی گذارنے اور کاروبار کرنے کا موقع ملا تب زکوٰۃ کا نصاب مقرر کیا گیا کہ کم سے کم دو سو درہم (ساڑھے باؤن تولہ چاندی) کسی کے پاس اس کی ضرورتوں سے فاضل ہو اور سال بھر رہے تو سال تمام پر اس کا چالیسواں حصہ فقراء کو دیا جائے گا باقی رقم مالک رکھ سکتا ہے۔

تعلیمی اور تعمیری مدات

لیکن یہ زکوٰۃ و صدقہ فطر غریب فقیر اور ضرورتمند مسلمانوں کا مخصوص حصہ ہے۔ ملت کی دوسری ضرورتوں مثلاً مدرسین کی تنخواہوں، مدرسوں یا مسجدوں، مسافر خانوں سڑکوں یا پلوں کی تعمیر یا اگر مسلمانوں کی حکومت ہو تو سامان جنگ کی فراہمی وغیرہ پر زکوٰۃ اور صدقات کی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی۔ اب اگر حکومت کے معینہ مدات کی آمدنی ان ضرورتوں کے لیے کافی نہ ہو تو اصحاب دولت پر فرض ہوگا کہ ان مدات کے لیے عطیات پیش کریں۔ قرآن حکیم نے ان کو قرض اور انفاق فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا ہے یعنی جس طرح موجودہ حکومتیں قومی قرض لیتی ہیں

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کا قرض مسلمان بھی دیں مگر فرق یہ ہے کہ موجودہ حکومتیں پبلک سے قرض سود کے وعدے پر لیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض دینے والے دولتمندوں کے پاس سے کچھ نہیں جاتا۔ جو کچھ وہ دیتے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد سود سمیت واپس آجاتا ہے۔ یہ تمام قرض ٹیکس ادا کرنے والے غریبوں پر پڑتا ہے۔ قرآن حکیم اس طرح کے فریب کو گوارا نہیں کرتا۔ وہ قرض کے بہانہ عوام پر بار نہیں ڈالتا بلکہ دولتمندوں پر ہی بار ڈالتا ہے اور انہیں کی گرہ سے لیتا ہے اور وعدہ یہ کرتا ہے کہ اس کی ادائیگی دوسرے عالم میں ہوگی جہاں سونے اور چاندی کا سکہ نہیں چلے گا بلکہ وہاں کا سکہ نیک کام۔ راہ خدا میں خرچ اور جہاد فی سبیل اللہ وہاں کے سکے ہوں گے۔

البتہ امیروں اور دولتمندوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ جو کچھ آپ سے قرض لیا جا رہا ہے اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہاری ہی ضرورتوں کے لیے ہے۔ کیونکہ قومی اور ملکی ضرورتیں تمہاری ہی ضرورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ضرورتیں نہیں۔ قوم کی ترقی ہوگی تو تمہاری بھی ترقی ہوگی۔ قوم کا مفاد خود تمہارا مفاد ہے کیونکہ تمہارے ہی مجموعہ کا نام قوم ہے۔ سورۂ محمد کی آخری آیتیں مطالعہ فرمایئے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

ہاں دیکھو۔ تم کو بلایا جاتا ہے کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔

پس بعض تم میں سے وہ ہیں۔ جو بخل کرتے ہیں (یاد رکھو) جو بخل کرتا ہے وہ بخل کرتا ہے خود اپنے سے (کیونکہ ملی اور قومی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں) اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے (وہ بے نیاز ہے) محتاج خود تم ہی ہو (قوم کی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں)

(یاد رکھو) اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو پیدا کردے گا۔ پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔ (سورۂ محمد آیت ۳۸)

جن کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت بخشی ہے۔ جن کے پاس اپنے ذاتی خرچ کے بعد کچھ بچ رہتا ہے ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنے تحفظ اور بقاء کی ان کو بہرحال ضرورت ہے اگر ان کی حکومت نہیں ہے تو حکومت کا یہ کام خود ان کو کرنا ہے۔ اپنی عزت وعظمت اپنے علوم اپنی تہذیب وغیرہ کی حفاظت خود ان کو کرنی ہے۔ اگر دولتمندوں کے ضمیر اس احساس سے محروم ہیں اپنی پونجی کی خیر منانا ہی وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں تو وہ خود بھی ہلاکت کے گڑھے میں کود رہے ہیں اور قوم کو بھی ہلاکت کے راستہ پر چلا رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَ

خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور مت ڈالو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں

اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ہ (سورہ بقرہ ع ۲۴ پ ۲) — ہلاکت میں اور نیکی کرو اور یقیناً اللہ کی محبت انہیں سے ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔

ماں باپ

ایک صاحب نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ، ماں باپ کا حق اولاد پر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دونوں تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ شریف)

(۲) ارشاد ہوا۔

افسوس صد افسوس اور حسرت اس پر جس کے ماں باپ زندہ ہوں اور وہ ان کی خدمت کرکے جنت نہ حاصل کرلے۔ (ترمذی شریف)

(۳) ایک روایت کا مضمون ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف از بیہقی)

بہن بھائی اور عام رشتہ دار

(۱) جو شخص اپنے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت چاہتا ہو وہ اپنے کنبہ والوں سے اچھا سلوک کرتا رہے۔ (صحاح)

(۲) ایک حدیث کا مضمون ہے کہ بغاوت اور رشتہ داروں سے بدسلوکی تمام گناہوں میں سب سے زیادہ اس کی مستحق ہیں کہ آخرت میں جو کچھ عذاب ہوگا وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس دنیا میں بھی اس کی سزا ملتی ہے۔

پڑوسی

(۱) ارشاد ہوا۔ خدا کی قسم مومن نہیں۔ خدا کی قسم مومن نہیں۔ خدا کی قسم مومن نہیں۔

عرض کیا گیا۔ کون یا رسول اللہ، فرمایا۔ جس کا پڑوسی اس کی ایذا سے محفوظ نہ رہے۔ (بخاری شریف ص۸۸۹)

(۲) ارشاد ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام برابر پڑوسی کے حق میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ شاید اس کو وارث بنادیا جائے گا۔ (مسلم شریف ص۳۲۹/۲ بخاری شریف ص۸۸۹)

(۳) وہ شخص مومن کہلانے کے قابل نہیں جو اپنا پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا پڑا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

عام مسلمان۔ اور عام انسان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسلم وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کے خطرے سے تمام انسان محفوظ رہیں (کسی کو اس کی طرف سے برائی کا خطرہ نہ ہو)۔ (ترمذی شریف)

ارشاد ہوا۔ زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کریگا (ترمذی شریف ص۱۴۲)

عام جاندار

ارشاد ہوا۔ ہر تر جگر والے پر رحم کرنے میں ثواب ہے۔ (بخاری شریف ص۸۸۹)

بیمار۔ تیمارداری۔ مزاج پرسی

مسلمان اگر اللہ کا ہو کر رہے یعنی صرف نام کا مسلمان نہ ہو بلکہ صورت سے بھی مسلمان ہو اور سیرت سے بھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پابند شریعت ہو اور احکام الٰہی کی تعمیل کو زندگی کا نصب العین بنا چکا ہو تو اس کے لیے جس طرح راحت و آرام اللہ تعالےٰ کا انعام ہے۔ بیماری اور تکلیف بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کیونکہ مسلمان کو کوئی بھی محنت اٹھانی پڑتی ہے یا طبیعت خراب ہو جاتی ہے یا کسی بات کا فکر ہوتا ہے یا کسی بات پر افسوس ہوتا ہے یا کوئی اذیت پہنچتی ہے یا کوئی الجھن اور پریشانی پیش آتی ہے حتیٰ کہ کوئی کانٹا یا پھانس لگ جاتی ہے تو ان تمام باتوں میں اس کی غلطیوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (بخاری شریف ص۸۴۳)

اور اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت کے پتے (ایضاً)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو کوئی درجہ بخشنا چاہتا ہے اور اس کے عمل اس قابل نہیں ہوتے تو کسی تکلیف یا پریشانی

میں مبتلا کر دیتا ہے اس کو وہ راضی برضا مولیٰ، ہمت۔ حوصلہ اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے یہاں وہ اس بلند درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ (جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تجویز فرمایا ہے) ابوداؤد شریف

اور کسی کا یہاں تک درجہ بڑھتا ہے اور گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے کہ یمشی[1] علی الارض وما لہ ذنب (ترمذی شریف و ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ بیماری کے زمانہ کے لیے زمانہ صحت میں توشہ لے لو اس کی وضاحت یہ ہے کہ بیماری یا سفر کے باعث اپنے معمولات پر عمل نہیں کر سکا۔ مثلاً نماز میں جماعت کا پابند تھا یا تہجد کا یا مثلاً پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کا عادی تھا۔ بیماری یا سفر کے باعث وہ اپنا یہ معمول پورا نہیں کر سکا تو نامہ اعمال میں یہ خانہ خالی نہیں رکھا جائے گا بلکہ عمل کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

دوا اور دعا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
ما انزل اللہ داءً الا انزل لہ شفاء۔ (ص۸۴۷ بخاری)
نہیں نازل کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض مگر نازل کر دی اسکے لیے شفاء۔
چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے امراض کے علاج۔ اور بہت سی دواؤں کی تاثیریں ارشاد فرمائی ہیں۔ چنانچہ علماء کرام نے طب نبوی پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتماد

[1] زمین پر وہ اس حالت میں چلتا ہے کہ کوئی گناہ اس کا باقی نہیں رہتا۔

دوا سے زیادہ دعا پر تھا۔ کیونکہ جب دینے والا اللہ ہی ہے تو اصل چیز دعا ہوگی۔ دوا محض ایک بہانہ اور دل کا بہلاوا ہوگا۔

عام طور پر آپ کی دعا اپنے لیے بھی ہوتی تھی اور جب کسی کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے تب بھی دعا فرماتے تھے۔

اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاءُکَ شِفَاءً لَّایُغَادِرُ سُقْمًا (بخاری شریف ص۸۴۷)

بیمار کو آپ ہدایت فرماتے کہ جہاں تکلیف ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھیں پھر تین دفعہ بسم اللہ پڑھیں اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر (مسلم شریف)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت معوذات یعنی قل ھو اللہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تینوں سورتیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور بدن کے اگلے حصہ پر جہاں جہاں ہاتھ پہنچ سکتا ہاتھ پھیرتے تھے۔ طبیعت خراب ہوتی تب بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص۹۳۵)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض الوفات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کمزوری بڑھ گئی تو میں یہ تینوں سورتیں پڑھتی تھی اور اپنے ہاتھ کے بجائے آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کے

دست مبارک پر دم کر دیتی تھی اور حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی کے دست مبارک آپ کے جسم اطہر پر پھیرتی تھی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میرے ہاتھوں سے کہیں زیادہ بابرکت تھے (بخاری شریف ص۶۳۹)

نذر اور منت

آپ نے زبان سے کہا کہ اے اللہ اگر فلاں بیمار اچھا ہو جائے یا فلاں کام ہو جائے تو میں تیرے نام کا بکرا ذبح کروں گا یا فلاں کار خیر میں اتنی رقم خرچ کروں گا تو حقیقت یہ ہے کہ یہ خرچ کرنا یا یہ ذبح کرنا حکم خدا کو نہیں بدل سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نذر اور منت کے بعد بھی وہی ہوتا ہے جو مقدر ہوتا ہے۔ البتہ نذر اس کی علامت ہے کہ اس کا دل پسیجا یہاں تک کہ وہ اس خرچ کے لیے آمادہ ہوگیا جس کا پہلے ارادہ نہیں تھا جس کے خرچ کرنے میں بخل کر رہا تھا (بخاری شریف ص۹۹)

دل کا نرم پڑنا پسیجنا۔ گڑگڑانا۔ یہ ہے اصل جوہر۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسی کی قدر ہے۔ حتیٰ کہ واجب قربانی جو آپ بقرعید کے موقع پر کرتے ہیں اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ (سورۃ الحج پ۱۷ ع ۱۲)

اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون البتہ اللہ کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

مختصر یہ کہ دل سے گڑگڑانا اور جیب سے خرچ کرنا۔ یہ ہے اصل نذر

اور منت جو خدا کے فضل و کرم سے اپنی تاثیر ظاہر کرتی ہے اور مانگنے والے کی مراد پوری ہوتی ہے۔

جب کہ نذر میں ذبح یا خرچ کرنے کے ساتھ دل کا متاثر ہونا اور گڑگڑانا بھی ضروری ہے تو یاد رکھو یہ خرچ یہ ذبح اللہ ہی کے نام پر ہونا چاہیئے۔ اور یہ رونا اور گڑگڑانا خدا کی بارگاہ میں ہونا چاہیئے۔ کسی دوسرے کے نام پہ خرچ کرنا یا ذبح کرنا یا کسی اور کے سامنے گڑگڑانا اور اس سے دعائیں مانگنا نذر اور منت کی روح اور جوہر کے خلاف، شرک اور غیر اللہ کی پرستش ہے لہٰذا اس طرح منت ماننا گناہ ہے اور عذاب کا کام ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرات فقہاء کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔ البحر الرائق میں ہے۔

اما النذر الذي ينذره اكثر العوام على ما هو مشاهد كان يكون لانسان غائب او مريض او له حاجة ضرورية فياتي بعض مزارات الصلحاء فيجعل ستره على راسه ويقول يا سيدي فلان ان رد غائبي او عوفي مريضي او قضيت حاجتي

وہ جو اکثر عوام منت مانتے ہیں جس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی آدمی غائب ہو گیا ہو یا کوئی عزیز بیمار ہو یا اور کوئی ضروری حاجت ہو تو وہ صلحاء (اولیاء اللہ) کے مزارات پر آتے ہیں اور اس کے پردہ کو اپنے سر پر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے فلاں حضرت اگر میرا عزیز جو غائب ہے وہ واپس آگیا یا میرا عزیز جو بیمار ہے

فلك من الذهب كذا او من الطعام كذا او من الماء كذا او من الشمع كذا او من الزيت كذا فهذا النذر باطل بالاجماع لوجوه۔ منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز

اچھا ہو گیا یا میری یہ ضرورت پوری ہو گئی تو میں آپ کے لیے (آپ کے نام کا) اتنا سونا پیش کروں گا یا اتنا کھانا کھلاؤنگا یا اتنا پانی پلاؤں گا (سبیل لگاؤں گا) یا اتنی موم بتیاں دوں گا یا اتنا تیل دونگا پس یہ منت باطل ہے غلط اور ناجائز ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ ایسے منتوں کے باطل ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نذر اور منت ہے مخلوق کے لیے اور مخلوق کے لیے منت ماننا جائز نہیں۔

لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق ومنها ان المنذور له ميت والميت لا يملك

کیونکہ نذر اور منت عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے لیے منت مانی جا رہی ہے (کہ آپ کو اتنا سونا دونگا) وہ میت ہے میت مالک نہیں ہوتا اس کو دینے کے کوئی معنی نہیں۔

ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقاده ذالک کفر اللّٰھم الا ان

ایک یہ کہ یہ تصور کرنا کہ میت (اور جس کے نام کی منت مانی جارہی ہے وہ) ہونے والے امور میں اللہ سے الگ رہ کر تصرف کرتا ہے) اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے معاذ اللہ۔

نذر کا صحیح طریقہ

قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ او الفقراء الذین بباب الامام الشافعی او الامام اللیث

البتہ اگر یہ کہتا ہے، اے میرے اللہ، تیرے لیے منت کرتا ہوں (نذر کرتا ہوں) کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دیدی یا جو میرا عزیز غائب ہے اسے واپس پہنچا دیا، یا میری ضرورت پوری کردی تو میں ان فقیروں کو جو (مثلاً) سیدہ نفیسہ کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں یا ان فقرار کو کھانا کھلاؤں گا جو امام شافعی رحمۃ اللہ یا امام ابو اللیث کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں۔

او اشتری حصیرا لمساجدھم او زیتا لوقودھا

یا ان کی مسجدوں کے لیے چٹائیاں خریدونگا یا ان مسجدوں کے چراغوں کے لیے تیل دوں گا۔

او دراھم لمن یقوم بشعائرھا الی غیر ذالک مما یکون فیہ النفع للفقراء والنذر للہ عز وجل وذکر الشیخ انما ھو بیان محل تصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او مسجدہ

یا جو ان درگاہوں میں خدمات انجام دیتے ہیں (خدام یا منتظمین) کو اتنے درہم دوں گا (وغیرہ وغیرہ) یعنی منت اس طرح مانتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نفع اور فائدہ فقرار کو پہنچے اور نذر اللہ کے لیے ہو اور اس شیخ یا ولی اللہ کا ذکر اس منت یا نذر کی چیز کے خرچ کرنے کے مصرف کے طور پر ہو کہ جو ضرورتمند مستحق امداد اس شیخ کی درگاہ۔ یا اس کی مسجد میں۔

او جامعہ۔ فیجوز بھذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف ولا یجوز ان یصرف ذالک لغنی غیر محتاج ولا لشریف منصب لانہ لا یحل لہ الاخذ ما لم یکن محتاجا فقیرا

یا اس کے مدرسہ میں رہتے ہیں تو اس نیت کے ساتھ نذر جائز ہوگی اس لیے کہ نذر کا مصرف فقیر اور ضرورتمند ہوا کرتے ہیں وہ یہاں ہیں انہیں پر منت کی چیز خرچ کی جائے گی۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ منت (چڑھاوے) کی یہ چیز کسی غنی کو دی جائے جو ضرورتمند نہ ہو نہ اس منصب کے عہدہ دار کو (نگران خانقاہ) کو دی

جاسکتی ہے کیونکہ اس منصب دار کے لیے جو خود ضرورتمند اور فقیر نہ ہو یہ چیز جائز نہیں ہے۔

ولا لذی نسب لاجل نسبه ما لم یکن فقیراً۔

نہ نسبی تعلق رکھنے والے (اس شیخ یا ولی اللہ کے صاحبزادگان) کو اگر وہ ضرورتمند اور فقیر نہ ہوں تو صاحبزادگی کی بناپر۔

ولا لذی علم لاجل علمه ما لم یکن فقیراً

یا کسی عالم کو جو فقیر اور ضرورتمند نہ ہو صرف عالم ہونے کی بناپر یہ رقم یا منت کی یہ چیز لینی جائز نہیں ہے

ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمه به ولانه حرام بل سحت

اور شریعت میں مستغنی لوگوں پر جو ضرورتمند نہ ہوں خرچ کرنے کا جواز ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ مخلوق کے لیے منت ماننے کے حرام ہونے پر اجماع ہے یہ نذر اور منت ہوتی ہی نہیں ہے تو یہ چیز منت ماننے والے ہی کی رہتی ہے۔ اور اس لیے کہ یہ حرام بلکہ سُحت ہے۔

ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولا التصرف فیه بوجه من الوجوه الا ان یکون فقیراً وله عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون فیاخذونه علی سبیل الصدقة المبتدأة

اور شیخ کے خادم کے لیے بھی اس کا لینا اس کا کھانا اس میں کسی قسم کا تصرف

کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ خادم فقیر اور ضرورتمند ہو اس کے فقیر اور ضرورتمند عیال (بال بچے) ہوں جو کسب کرنے اور کمانے کے قابل نہ ہوں اور وہ مضطر ہوں تو وہ اسکو ایک الگ صدقہ کے طور پر لے سکتے ہیں گویا ابتداءً انہیں کو یہ چیز صدقہ کے طور پر دی گئی ہے۔ یہ ضرورتمند مضطر لوگ یہ نذر کی چیز لے سکتے ہیں۔ مگر اس میں کراہیت

فاخذه ایضاً مکروه ما لم یقصد به الناذر التقرب الی اللہ تعالی وصرفه الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ

پھر بھی رہے گی جبکہ منت ماننے والے نے اس منت سے تقرب الی اللہ کی اور اس چیز کو فقراء (ضرورتمندوں) پر خرچ کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

فاذا علمت هذا فما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت وغیرها وینقل الی ضرائح الاولیاء تقرباً الیهم فحرام

جب یہ بات جان لی تو یہ بھی سمجھ لیجیے کہ یہ جو منت اور نذر کی چیزیں مثلاً درہم، یا موم بتی یا تیل لی جاتی ہیں اور ان کو اولیا اللہ کی درگاہوں کی جانب منتقل کیا جاتا ہے تاکہ ان اولیاء کا تقرب اور ان کی

باجماع المسلمين ما لم يقصدوا بصرفها الفقراء الاحياء قولاً واحداً (البحر الرائق آخر فصل النذر قبيل باب الاعتكاف)

خوشنودی حاصل ہو تو یہ حرام ہے اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ جب تک زندہ فقیروں (ضرورتمند لوگوں) پر خرچ کرنے کی نیت نہیں ہوتی (جائز نہیں ہوتی)

هكذا في النهر والدر ولدر المختار ردالمختار قبيل باب الاعتكاف۔

شرطیں

نذر اور منت کے جائز ہونے کی چار شرطیں ہیں۔ ذیل کی تصریح میں مطالعہ فرمائیے۔

الاصل ان النذر لا يصح الا بشروط۔ احدها ان يكون الواجب من جنسه شرعاً فلذلك لم يصح النذر بعيادة المريض والثاني ان يكون مقصوداً لا وسيلة فلم يصح النذر بالوضوء وسجدة التلاوة

اصل بات یہ ہے کہ نذر چند شرطوں کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ ایک یہ کہ جس کی نذر کی جا رہی ہے وہ ایسے فعل کا ہم جنس ہو جسکو شرعاً وجوب کا درجہ حاصل ہو جاتا ہو۔ لہٰذا عیادت مریض کی نذر صحیح نہیں ہوگی کہ فلاں کام ہو گیا تو میں بیمار کی مزاج پرسی کیلئے جاؤنگا کیونکہ مزاج پرسی کوئی شرعی فرض نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ فعل ایسا ہو جو نظر شریعت میں مقصود ہوتا ہو کسی ضمنی حیثیت نہ ہو کہ کسی دوسری عبادت کا صرف وسیلہ بنجاتا ہو لہٰذا وضو یا سجدہ تلاوت کو منت میں پیش کرنا صحیح نہیں ہوگا کہ یہ کام ہو جاتا تو وضو کرونگا کیونکہ وضو صرف وسیلہ ہے مستقل عبادت نہیں ہے

والثالث ان لا يكون واجبا في الحال او في ثاني الحال۔ فلم يصح لصلاة الظهر وغيرها من المفروضات۔ والرابع ان لا يكون المنذور معصية باعتبار نفسه

تیسرے یہ کہ اس وقت یا دوسرے وقت یہ فعل واجب نہ ہوتا ہو لہٰذا نماز ظہر وغیرہ فرائض کی نیت ماننی صحیح نہیں ہوگی۔ چوتھے یہ کہ یہ فعل معصیت نہ ہو مثلاً یہ کہے کہ یہ کام ہو گیا تو میں ناچ کراؤں گا یا فلاں پیر کی قبر پر جاکر سجدہ کروں گا (ایسی نذر قابل اعتبار نہیں بلکہ گناہ عظیم ہے۔

الفتاوى الهندية المعروف بفتاوى عالمگیریه

(البحر الرائق آخر كتاب الصوم فصل ومن نذر صوم يوم ص۳۱۲ ج۲)

مزاج پرسی اور تیمارداری

(۱) رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسلمان کے حق جن کی ادائیگی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ پانچ ہیں۔

سلام کا جواب دینا۔ مزاج پرسی کے لیے جانا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ دعوت منظور کرنا۔ چھینک کا جواب دینا۔

(مسلم شریف ص۲۱۲ وبخاری وغیرھا)

(۲) رحمتِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -
قیامت کے روز اللہ تعالےٰ بندے کو مخاطب کرکے فرمائے گا -
میں بیمار پڑا تو مزاج پوچھنے بھی نہیں آیا - بندہ عرض کرے گا —
خداوندا تو رب العالمین ہے - آپ کے ساتھ بیمار پرسی کا کیا جوڑ - تصور میں
نہیں آسکتا کہ پروردگار عالم بیمار ہوا اور کوئی بندہ ان کو پوچھنے جائے -
حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہوگا - میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اگر تو
اسے پوچھنے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا - (مسلم شریف)

(۳) ارشاد ہوا - ایک مسلمان جب مسلمان بھائی کی مزاج
پرسی کے لیے جاتا ہے تو جب تک وہ اس کے پاس رہے وہ جنت کے باغیچہ
میں ہے - (مسلم شریف)
جب جاتا ہے تو آسمان سے منادی ندا دیتا ہے -

طبت وطاب ممشاک — تم مبارک - تمہارا چلنا مبارک
تبوأت من الجنة - — تم نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا -

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

مزاج پرسی کے آداب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -
(۱) جب بیمار یا میت کے پاس
جاؤ تو اس کے حق میں اچھی باتیں ہی کہو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر

آمین کہتے رہتے ہیں (مسلم شریف صفحہ ۳۰۰)

(۲) مریض کو اطمینان دلاؤ - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے
تھے لا باس طھور انشاء اللہ (بخاری ومسلم وغیرہا) کوئی خطرہ یا فکر کی بات
نہیں ہے - بیماری تو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے -

(۳) بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے مزاج پرسی کے لیے جاؤ -

(۴) ثواب کی نیت رکھو

(۵) ہمدردی ظاہر کرو - مثلاً نبض یا کلائی پر ہاتھ رکھ کر کیفیت
معلوم کرو -

(۶) اور وہ دعا پڑھو جو صفحہ ۹۴ پر گذر چکی ہے رب الناس اذھب
الباس (آخر تک)

(۷) مریض کے لیے بھی دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جلد صحت بخشے
اور خود اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کرو -

(۸) زیادہ دیر نہ بیٹھو البتہ مریض اگر چاہے اور اس کو آپ سے
دلچسپی ہو تو مریض کی مرضی کے بموجب کچھ دیر بھی بیٹھ سکتے ہو -

(۹) معمولی مرض میں ایک دو روز بعد مزاج پرسی کے لیے جاؤ -
روزانہ نہیں بلکہ ناغہ کرکے مزاج پرسی کے لیے جاؤ -
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا - (شرح سفر السعادت صفحہ ۲۵)

وصیت

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کسی مسلمان کو اگر کچھ وصیت کرنی ہے تو اس کو حق نہیں ہے (اس کے لیے مناسب نہیں ہے) کہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی گذارے (بخاری شریف کتاب الوصایا) یعنی واجب الادا قرض۔ امانت وغیرہ ہر وقت درج رہنی چاہئیں۔

(۲) ارشاد ہوا۔ کوئی مرد یا عورت عمر کے ساٹھ سال اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذار دے۔ جب مرنے کا وقت آئے تو کوئی ایسی وصیت کر دے جس سے کسی صاحب حق کا حق فوت ہوتا ہو تو اس ساٹھ سالہ اطاعت شعار کے لیے نار جہنم لازمی ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ احمد)

(۳) ارشاد ہوا۔ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دے گا۔ (ابن ماجہ شریف)

دم واپسیں آخری وقت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(۱) من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ ۔ دخل الجنۃ۔ (ابو داؤد شریف) (جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو۔ وہ جنتی ہے۔

(۲) دوسرا ارشاد ہے۔ لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ (مسلم شریف) مرنے والے کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

تلقین کا وقت اور طریقہ

جب وفات کے آثار نظر آئیں تو حاضرین کو چاہیئے مریض کے پاس بیٹھ کر کسی قدر بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تاکہ یہ کلمہ سنکر مریض بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اس کا آخری کلام ـــ لا الٰہ الا اللہ ہو۔ یہ اس نازک وقت میں رخصت ہونے والے کی مدد ہے۔

یہ خیال رہے کہ مرنے والے سے فرمائش نہ کی جائے کہ کلمہ پڑھو کیونکہ یہ ایک نہایت کٹھن وقت ہوتا ہے نہ معلوم اس کی زبان سے کیا نکل جائے جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو پھر آپ کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے۔

ہاں اگر وہ کوئی اور بات کرلے تو پھر تلقین شروع کر دو یعنی کلمہ بلند آواز سے پڑھنے لگو تاکہ وہ بھی دھرا دے اور اس کی آخری بات کلمہ طیبہ ہو۔

علما نے فرمایا ہے کہ جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہو سکیں ڈھلک جائیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ موت آگئی اس وقت کلمہ بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دو اور چہرہ قبلہ رو کر دو۔ (در مختار)

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اقرأوا سورۃ یٰسین علیٰ موتاکم ۔ (ابوداؤد ابن ماجہ وغیرھما) مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین پڑھو۔

جب مرجائے تو آنکھیں بند کردو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس ترکیب سے باندھ دو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تاکہ منہ پھیل نہ جائے اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں۔

(۴) جب آنکھیں بند کریں تو آنکھیں بند کرنے والا یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَابَعْدَهٗ ۔ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَاءِكَ وَاجْعَلْ مَاخَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ مِنْهُ (درمختار)

اللہ کے نام پر۔ رسول کی ملت پر۔ اے اللہ اس کا معاملہ آسان کردے۔ اور جو کچھ بعد میں آئے اس کو سہل کردے۔ اور اپنے دیدار کی سعادت اس کو عطا فرما اور جہاں یہ جا رہا ہے اس کو اس سے بہتر بنادے جہاں سے جا رہا ہے۔ دعا کے یہ کلمات یاد نہ ہوں تو ان کا مضمون اپنی زبان میں ادا کردے

(۵) وفات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک پر حبری چادر ڈال دی گئی تھی۔ (بخاری شریف وغیرہ)

خاص طرح کی چادریں جو (یمن) میں بنتی تھیں ان کو حبرہ کہا جاتا تھا

بہرحال چادر کی نوعیت مقصود نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ بدن پر کپڑا ڈال کر اس کو چھپا دیا جائے۔

(۶) تلاوت قرآن شریف

ایصال ثواب کے لیئے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے مگر جب تک میت کو غسل نہ دیدیا جائے میت کے پاس قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے (ردالمختار وغیرہ)

تجہیز و تکفین

میت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَجِّلُوْا ۔ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ (ابوداؤد شریف)

عجلت سے کام لو مسلمان کی میت کے لیئے یہ مناسب نہیں ہے کہ گھر والوں کے بیچ میں روک کر رکھی جائے۔

غسل اور کفن کے مسائل[1] عام طور پر معلوم ہوتے ہیں یہاں تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چند حدیثیں پیش کی جارہی ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے

دیر مت لگاؤ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(۱) میت کو روک کر مت رکھو۔ اس کے کام میں دیر مت لگاؤ۔ اس کو ایسی رفتار سے قبرستان لیجاؤ کہ دوڑنے کی صورت

[1] بہشتی زیور میں بہت عمدگی سے بیان کیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے حصہ دوم نہلانے کا بیان۔ کفنانے کا بیان۔

تو نہ ہو البتہ) قدم تیزی سے اُٹھ رہے ہوں۔ دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں پڑھو اور پیروں کی طرف سورہ بقرہ کی آخر کی آیتیں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

(۲) نیز ارشاد گرامی ہے۔

جنازہ کو تیز رفتار سے لے جاؤ کیونکہ اگر اچھا آدمی ہے تو اس کو خیر اور بہترائی کی طرف لے جا رہے ہو۔ اس کو اس بہتر مقام کی طرف جلد پہنچا دو اور اگر (معاذ اللہ) بُرے آدمی کا جنازہ ہے تو یہ ایک "شر" ہے اس کو اپنی گردنوں (مونڈھوں) کے اوپر سے جلد اتار دو۔
(بخاری شریف، مسلم شریف وغیرھما)

جنازہ کے ساتھ جانا

ارشاد مبارک ہے۔
جو شخص اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر ایمان لاتے ہوئے ثواب کی نیت سے جنازہ کے ساتھ چلے، نماز جنازہ پڑھے اور جب تک دفن سے فارغ ہو وہ ساتھ رہے تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا۔ ہر ایک قیراط احد پہاڑ کی برابر ہوگا اور نماز کے بعد دفن سے پہلے واپس ہو جائے تو ثواب کا ایک قیراط ملے گا (بخاری مسلم وغیرھما)
اگر اہل میت سے تعلق ہے تو اجازت لے کر واپس ہونا چاہیئے (بزازیہ)

نیز ارشاد ہوا۔

جو جنازہ کے ساتھ گیا اور تین دفعہ اٹھایا (کندھا دیا) اس نے جنازہ کا وہ حق ادا کر دیا جو اس کے ذمہ تھا۔ (ترمذی شریف ص۱۲۲)

جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے بلند آواز سے تسبیح یا تکبیر مکروہ ہے البتہ آہستہ آہستہ پڑھ سکتا ہے۔ یہ دعا منقول ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ قَهَرَ عِبَادَهُ بِالْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ وَتَفَرَّدَ بِالْبَقَاءِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ (فتاوی بزازیہ علی ھندیہ ص۷۹ ۴)

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر مسلط کر دیا موت اور فنا کو یعنی ان کے لیے موت اور فنا کا دستور رکھا اور بقا اپنے لیے مخصوص کی۔ پاک ہے وہ ذات کہ زندگی حقیقی اسی کی ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔

نماز جنازہ

ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ امیر المومنین۔ آپ لوگ اپنی کتاب (قرآن شریف) میں ایک آیت پڑھا کرتے ہیں۔ اگر یہ آیت ہم پر یعنی یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن عید منایا کرتے۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون سی آیت ہے۔
یہودی نے کہا سورہ مائدہ کی یہ آیت:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ رکوع ۱)
آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری
کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کیا تمہارے لیے
دین - اسلام -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا - ہمیں وہ دن بھی معلوم ہے جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی - اور وہ جگہ بھی معلوم ہے - جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی حجۃ الوداع کے موقع پر - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عرفات میں رونق افروز تھے وہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی - دن جمعہ کا تھا - یعنی ہم نے اپنی طرف سے اس دن عید نہیں منائی بلکہ نزول ہی اس دن اور اس مقام پر ہوا - جو نہایت متبرک ہے - ذی الحجہ کی نویں تاریخ (عرفہ کا دن) متبرک - مقام عرفات متبرک اور جمعہ کا دن متبرک -

---

غرض اسی دین مکمل کا ایک کمال یہ ہے کہ مرنے کے بعد مُردے کا یہ اعزاز ہو رہا ہے - غسل دیا گیا - کفن پہنایا گیا - اب سب مل کر صفیں باندھ اس کے لیے دعا کر رہے ہیں -

اول - اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا - پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود

پھر میت کیلئے دعا پھر تکبیر کہتے ہوئے سلام پھیر رہے ہیں اور رخصت ہونے والے کو رخصت کر رہے ہیں - یہ ہے دین مکمل کی مکمل تعلیم لیکن نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم ہی میں کچھ وہ ہیں جو نیکی اور دین داری کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ معاذ اللہ دین کی تعلیم مکمل نہیں ہے اس لیے چیپی لگانے کی ضرورت ہے - مثلاً نماز جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھا جاتا ہے - کچھ اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں جو نہ حدیث کی کتابوں میں ہیں نہ فقہ کی کتابوں میں - ایجاد بندہ ہیں - یہ ایجاد بندہ نیکی کی حرص میں ہوئی ہے مگر یہ حرص ایسی ہے جیسے عیسائیوں نے تیس سے بڑھا کر چالیس روزے کر لیے تھے - یعنی اس حرص کا نتیجہ یہ تھا کہ دین میں تحریف کر لی - لہٰذا پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ صرف وہی عمل کیے جائیں جو شریعت سے ثابت ہیں - اپنی طرف سے نئی شریعت نہ بنائی جائے - چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرۃ
لان اکثرھا دعا (صفحہ ۹۰ مع عالمگیریہ)

نماز جنازہ خود دعا ہے کیوں کہ اس نماز کے زیادہ حصہ میں دعا ہی ہے لہٰذا نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے -

نماز جنازہ کے اجزاء | نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہوتی ہیں - پہلی تکبیر

گئے بعد اللہ کی حمد و ثنا۔ دوسری کے بعد درود شریف پھر دعا احادیث میں چند دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے مختصر دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ [1]

صف بندی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس مسلمان پر تین صفیں نماز پڑھ لیتی ہیں اس کے لیے جنت ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ تھوڑے آدمیوں کی بھی تین صفیں کرلیا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف و ابوداؤد شریف و ترمذی وغیرہ)

قبر (۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (خلیفہ سوم) جب کسی قبر پر پہنچتے تو ان پر اتنا گریہ طاری ہوتا کہ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہو جاتی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کا ذکر ہوتا ہے اس پر آپ کو گریہ نہیں آتا۔ قبر دیکھتے ہیں تو گریہ سے آپ بے حال ہو جاتے ہیں۔؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں بہت سہل ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی یہاں

[1] ترمذی شریف وغیرہ۔ بچوں کے لیے جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ تعلیم الاسلام یا دینی تعلیم کے رسائل میں دیکھ لی جائے۔

پھنس کر رہ گیا اور یہ منزل کٹھن ہو گئی تو بعد کی منزلیں کہیں زیادہ کٹھن ہونگی

آپ نے فرمایا (صلے اللہ علیہ وسلم) جتنے منظر بھی میری نظر سے گذرے قبر کا منظر ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص۵۵)

(۲) مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد مہاجرین میں جن کی وفات سب سے پہلے ہوئی وہ حضرت عثمان بن مظعون ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ جب ان کو دفن کر دیا گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ایک پتھر اٹھا کر لانے کے لیے فرمایا۔ وہ پتھر اتنا بھاری تھا کہ یہ صاحب نہیں اٹھا سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود پہنچے۔ آستینیں چڑھائیں اور وہ پتھر اٹھا کر لے آئے اور قبر کے سرہانے رکھ دیا کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر معلوم کرسکوں گا اور میرے متعلقین میں سے جو وفات پائے گا۔ اس کو اس کے پاس دفن کرسکونگا

(ابوداؤد شریف ص۱۰۱)

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تھے تو پڑھا کرتے تھے۔ بسم اللہ وباللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ (صحاح)

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گوشہ جگر حضرت ابراہیم کو دفن کیا تو مٹی کے تین دھونتڑ (دونوں ہاتھ) بھر کر قبر میں ڈالے۔ پھر قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرایا اور کنکریں ڈال دیں (مشکوٰۃ شریف بیہقی)

مٹی کے تین دھونتڑ سرہانے کی طرف ڈالے (مشکوٰۃ ابن ماجہ)

پانی کا چھڑکاؤ سرہانے سے شروع کیا اور پیروں تک لے گئے۔
(مشکوٰۃ بیہقی)

(۵) پہلا دو ہتڑ ڈالا جائے تو پڑھا جائے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسرے پر وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسرے پر وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے (قاسم بن محمد بن ابی بکر) جو اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے مفتی اعظم اور بہت مقدس بزرگ تھے انہوں نے اپنی پھوپھی (ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے درخواست کی کہ وہ حجرہ شریف کھول کر مزارات کی زیارت کرادیں۔ حضرت قاسم فرماتے ہیں۔ میں نے حجرہ شریف میں مزار دیکھے نہ اونچے اٹھے ہوئے تھے نہ زمین سے ملے ہوئے۔ سرخ کنکریاں جو مقام "عرصہ" کے میدان کی تھیں ان پر پڑی ہوئی تھیں (ابوداؤد شریف)

حضرت سفیان تمار کا بیان ہے کہ انہوں نے قبر مبارک کی زیارت کی تو وہ کوہان کی طرح تھی (بخاری شریف ط ۱۸۶)

قبر کی اونچائی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے (قاضی خان مع عالمگیریہ ج ۱ صفحہ ۱۸۰)

(۷) غزوہ احد کے شہداء کے لیے جب قبریں کھودی جارہی تھیں

تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔ قبریں گہری کھودو اور چوڑی رکھو۔ (صحاح مشکوٰۃ) قبر قد آدم کے نصف تک گہری ہونی چاہیئے (درمختار وغیرہ)

(۸) ارشاد ہوا۔ دفن کے بعد سرہانے کی طرف سورہ بقر کی شروع کی آیتیں پڑھی جائیں اور پائنتی کی طرف سورہ بقر کے آخر کی آیتیں۔ (مشکوٰۃ بیہقی)

(۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر کو پختہ بنایا جائے یا اس پر تعمیر کی جائے۔ (مسلم شریف)

زمین بہت نرم ہو تو تابوت بنایا جا سکتا ہے۔ مگر پکی اینٹوں کا نہیں لوہے کی چادریں تابوت میں لگائی جاسکتی ہیں مگر اندر کی طرف مٹی لیپ دیں۔ نیچے بھی مٹی بچھا دیں۔ (قاضی خان)

صبر

(۱) کوئی نصب العین اور کوئی مقصد معین کر کے اس پر جم جانا اور جو مصائب اور مشکلات پیش آئیں ان کو انگیز کرنا اس کو ضبط تحمل۔ برداشت اور استقلال و استقامت کہا جاتا ہے اسی کا نام "صبر" ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک طاقت قرار دیا ہے اور نماز کی طرح اس سے بھی مدد حاصل کرنے کی فرمائش کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ اے ایمان والو! مدد حاصل کرو۔ صبر سے اور نماز سے۔

کسی عزیز کی وفات پانے پر صبر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ اس پر جمے رہیں کہ ہمیں راضی برضا مولیٰ رہنا ہے اور جو کچھ حکم خداوندی ہے گردن جھکا کر اس کو تسلیم کرنا ہے۔ نہ شکوہ شکایت کرنا ہے نہ جھنجھلانا ہے نہ گھبرانا ہے نہ بے قراری اور اضطراب کا اظہار کرنا ہے۔

(۲) اُنس اور محبت اور اس سے جو نرمی مزاج میں پیدا ہو اس کو رحمت یا رحم کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ فطرت جتنی زیادہ سلیم ہوگی اس میں رحمت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ کائنات عالم میں جس کی فطرت سب سے زیادہ سلیم تھی وہ رحمۃ للعالمین ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے صدیق نے " ارحم امتی بامتی " کا لقب پایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (ترمذی شریف)

(۳) کسی عزیز کی جدائی سے جب رشتہ انس و محبت پر چوٹ پڑتی ہے تو تڑپ اور بے چینی کا پیدا ہونا فطری امر ہے اگر بے چینی نہ پیدا ہو تو اس کے پہلو میں دل نہیں ہے پتھر کا ٹکڑا ہے لیکن یہی وہ مقام ہے جہاں جوہر صبر نکھرتا ہے اس تڑپ اور بے چینی کو قابو میں رکھنا موجب اجر ہے۔

قابو میں رکھنے کی کوشش کے باوجود قابو نہیں رہا۔ دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یہ معذوری ہے توقع ہے کہ اللہ معاف کرے گا۔

بے چینی اور بے قراری کا اظہار کرنا۔ جزع اور فزع ہے جو ناجائز ہے۔ اظہار سے آگے بڑھ کر بے چینی اور چوٹ کا مظاہرہ کرنا۔ مثلاً نوحہ اور بین کرنا۔ اپنے منہ کو طمانچوں سے پیٹنا، سینہ پیٹنا، سر منڈوانا، بال نوچنا سر پر خاک ڈالنا۔ بے چینی اور دل کی چوٹ کا مظاہرہ ہے۔ جو حرام ہے

اس تمہید کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے مومن بندے کے عزیز کو میں وفات دے دوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کی جزا میرے پاس صرف جنت ہے۔ (بخاری شریف)

(۲) نیز ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَىٰ (بخاری مسلم وغیرہما)

صبر تو وہی ہے جب پہلی پہل دل پر چوٹ لگے (اس کو سہارے)۔

(بعد میں تو رفتہ رفتہ خاموش ہونا ہی پڑتا ہے)

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گوشہ جگر۔ حضرت ابراہیم کی حالت نازک ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور پیار کیا۔ جب ننھے صاحبزادہ کا سانس اکھڑنے لگا تو چشم

مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (جو وہاں موجود تھے) عرض کیا۔ وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللہ۔ یعنی یارسول اللہ آپ بھی روتے ہیں۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ یا ابن عوف انہا رحمۃ یہ تو انس و محبت اور نرمی قلب کا فطری تقاضا ہے۔ آپ یہ فرما رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔

ان العین تدمع	بے شک آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں دل
والقلب یحزن ولا نقول الا	غمگین ہے مگر زبان پر صرف وہی آئے گا
ما یرضی ربنا وانا بفراقک	جو ہمارے رب کو راضی کردے۔ اور واقعہ یہ
یا ابراہیم لمحزونون۔	ہے کہ اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین
(بخاری مسلم وغیرہما)	ہیں۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نور چشم) کا سانس اکھڑنے لگا۔ تب چشم مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعد بن وقاص نے عرض کیا۔ یہ کیا یارسول اللہ۔

جواب میں ارشاد ہوا۔

ھٰذہ رحمۃ جعلہا	یہ رحمت ہے (وہ نرمی ہے جو انس و
اللہ فی قلوب عبادہ۔	محبت کی وجہ سے رونما ہوتی ہے) اللہ

فانما یرحم اللہ	تعالیٰ نے یہ رحمت اپنے بندوں کے
من عبادہ الرحماء	دلوں میں رکھ دی ہے اور اللہ تعالیٰ
(بخاری مسلم وغیرہما)	اپنے بندوں میں صرف انہیں پر رحم
	کرتے ہیں جو خود بھی "رحیم" ہوتے
	ہیں (جن کے دلوں میں یہ نرمی ہوتی)

(۵) حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) بیمار تھے۔ حالت خراب ہوگئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو نازک حالت میں دیکھا تو چشم پرنم سے آنسو بہنے لگے جو وہاں موجود تھے وہ زور زور سے رونے لگے۔ ارشاد ہوا۔

اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہنے اور دل سے غمگین ہونے پر عذاب نہیں کرتا۔ زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ عذاب یا رحم اس سے بولنے پر ہوتا ہے (جزع فزع کے الفاظ کہے تو عذاب، اور صبر و شکر کے کلمات پر ثواب ملتا ہے)

(۶) ارشاد ہوا۔ وہ ہم میں کا نہیں جو رخساروں کو پیٹے۔ گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کے الفاظ زبان سے پکارے۔ (نوحہ اور بین کرے یا معاذ اللہ تقدیر کو برا کہے حضرت حق کے متعلق شکوہ کے الفاظ ادا کرے)۔

(۶) ارشاد ہوا - میں اُس سے بیزار ہوں جو سر منڈائے منھ پیٹے۔ اور کوک مار کر روئے (زور سے چلا کر روئے) (بخاری مسلم وغیرہ)

تعزیت

(تسلی دلانا) (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مصیبت زدہ کو تسلی دلاتا ہے۔ تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا مصیبت زدہ کو۔ اور جو بچہ کی وفات پر اس کی ماں کو تسلی دلائے تو جنت میں اس کو چادریں پہنائی جائیں گی (خلعت دیا جائے گا) (ترمذی شریف)

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نواسے کی وفات پر اس کی والدہ (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) کو کہلا کر بھیجا۔

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ (ابن ماجہ ص۱۱۵)

جو لے لیا وہ اللہ ہی کا تھا - جو دیا وہ اسی کا تھا اور اللہ کے یہاں ہر ایک چیز ایک معین حد (مدت) تک ہے بس صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔

مجلس تعزیت

ویجوز الجلوس للمصیبة ثلاثة ایام وھو خلاف الاولی ویکرہ فی المسجد -

(فتح القدیر ص۴۷۳)

تعزیت کے لیے (کہ لوگ آکر تعزیت کریں) بیٹھنا - تین دن جائز ہے مگر خلاف اولی ہے - یہ نشست مسجد میں نہ ہو - مسجد میں مکروہ ہے (فتح القدیر) جو شخص موجود نہ ہو تو تعزیت کے لیئے تین دن کے بعد بھی آسکتا ہے -

ذکر خیر

ارشاد گرامی ہے۔ مرنے والوں کی خوبیاں ذکر کرو - برائی سے زبان روکو۔

ارشاد ہوا - مرنے والوں کے حق میں بدزبانی نہ کرو - وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے ہیں - (بخاری شریف) (یعنی اگر کوئی برا تھا تب بھی اس پر لعن طعن یا اس کی برائیاں نہ کرو) (واللہ اعلم)

سوگ یعنی ترک زینت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا رہے پھر حلقہ بگوش اسلام ہوئے - ان کی صاحبزادی محترمہ حضرت ام حبیبہ بہت پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم میں داخل تھیں - زینب بنت ابی سلمہ انہیں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد ابوسفیان کی وفات ہوئی تو تیسرے دن حضرت ام حبیبہ نے ایک زردی (زرد رنگ کا غازہ) منگوایا اور چہرہ اور کلائیوں پر ملا - پھر فرمایا - مجھے اس کے لگانے کی ضرورت نہیں تھی مگر میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن رکھا ہے کہ جو عورت اللہ

پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ بیوہ اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن (زمانہ عدت) تک سوگ کرے گی (کہ زینت و آرائش نہیں کر سکتی)

(بخاری شریف ص۱۷۰ و ص۱۷۱)

اسی طرح کا واقعہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کا ہے کہ ان کے بھائی کی وفات ہو گئی تھی تو تیسرے روز خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ بیوہ اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔

(بخاری شریف ص۱۷۱)

ماتمی لباس حضرت ابوبرزہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک جنازہ پر گئے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا (کہ تہذیب کے خلاف کیونکہ چادر اوڑھے بغیر صرف کرتا پہن کر باہر نہیں جایا کرتے تھے) انہوں نے چادریں اتار کر پھینک دی تھیں اور صرف کرتا پہن کر جنازے کے ساتھ جا رہے تھے آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت کے دستور کو زندہ کر رہے ہو، دل چاہتا ہے کہ بد دعا کروں کہ جب تم واپس ہو تو تمہاری صورتیں بھی بدلی ہوئی ہوں

(مسخ شدہ ہوں کہ تم نے لباس میں تبدیلی کی ہے) ان لوگوں نے فوراً چادریں اوڑھ لیں پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ (ابن ماجہ ص۱۰۸)

(یکرہ للرجال تسوید الثیاب وتمزیقها للتعزیة) تعزیت کے لیے کپڑوں کو کالا کرنا مردوں کے لیے جائز نہیں ہے نہ کپڑے پھاڑنا جائز ہے۔

(قاضی خان علی الہندیہ ج۱ ص۱۶۷)

اہل میت کیلئے کھانا حضرت جعفر طیار (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی) غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانے کا انتظام کر دو۔ وہ اپنے غم میں مشغول ہیں۔ خود انتظام نہیں کر سکتے۔

(ترمذی شریف ابو داؤد شریف وغیرہ)

پریشان حال غم زدہ اہل خانہ کے لیئے یہ امداد اور ہمدردی کی صورت تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی۔ مگر ہم نے اس کو رسم بنا لیا۔ اس کے قواعد مقرر کر لیے کہ فلاں کے یہاں سے میت کا کھانا آ سکتا ہے۔ فلاں کے یہاں سے نہیں۔ نرینہ اولاد کی طرف سے

کھانا آنا چاہیئے۔ لڑکیوں یا لڑکی کی سسرال وغیرہ کے یہاں سے نہیں آ سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور لطف یہ ہے کہ گھر والوں کے لیے تو کھانا پکانا ممنوع قرار دے لیا اور تقسیم کرنے کے لیے کھانا پکانے کو ضروری سمجھ لیا۔ چنانچہ ان تین دنوں میں اہلِ میت کی طرف سے کھانا تقسیم کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد کہیں سویم ہوتا ہے۔ کہیں چہارم۔ کہیں تیرھویں ہوتی ہے۔ کہیں چہلم۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں ناجائز اور مکروہ ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میت کے پس ماندگان کی پریشانی کو ہلکا کیا ہم اس کے برخلاف اہلِ خانہ اور ورثار کے لیے پریشانی بڑھاتے ہیں اور یتیم بچوں کا خیال کبھی نہیں کرتے۔ ان کے سرپرست کا انتقال ہوا وہ فکر معاش میں مبتلا ہو کر پریشان ہیں مگر ہم اُن پر ضیافت اور دعوتوں کا بار ڈالتے ہیں۔ پریشانی پر پریشانی بڑھاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرات فقہاء کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد

اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ رنج اور صدمہ کے موقع پر۔ یہ نہایت قبیح بدعت ہے امام احمد اور ابن ماجہ نے سندِ صحیح کے ساتھ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

ابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعدّ الاجتماع الی اہل المیت وصنیعھم الطعام من النیاحۃ ویستحب لجیران اہل المیت والاقربا والاباعد تھیئۃ طعام لھم لشبعھم یومھم ولیلتھم لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعامًا فقد جاءھم ما یشغلھم حسنہ الترمذی وصححہ الحاکم ولانہ بِرّ و معروف ویلح علیھم فی الاکل لان الحزن

ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اہل میت کی طرف سے کھانا تیار کرانے کو ہم نوحہ کی ایک رسم شمار کیا کرتے تھے۔ (البتہ) اہل میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کے لیے یہ مستحب ہے کہ اہل میت کے لیے اتنے کھانے کا انتظام کر دیں جس سے وہ اس دن میں اور شب میں شکم سیر ہو سکیں کیونکہ (جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تھی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آل جعفر) جعفر کے اہل و عیال کے لیے کھانا بنا دو کیونکہ ان کو ایسا حادثہ پیش آگیا ہے جو ان کو مصروف کیے ہوئے ہے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا ہے) اور یہ

فيمنعهم من ذالك فيضعفون فتح القدير صـ ۴۷۳/۱۷

کبھی واقعہ ہے کہ ان غمزدہ لوگوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا نیک کام اور حسن سلوک ہے۔

کھانے کے لیے اصرار کرنا

اصرار کرکے اہل میت کو کھانا کھلائیں صدمہ ان کو کھانے سے روکے گا۔ (وہ کھانے کے لیے تیار نہ ہوں گے، مگر نہ کھانا اُن کو کمزور کردے گا جس سے صدمہ اور بڑھے گا) لہٰذا اصرار کرکے ان کو کھلا دینا چاہیئے۔ (فتح القدیر صـ ۴۷۳/۱۷)

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث و يوم الاسبوع والاعياد و نقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القران وجمع الصلحاء والقراء للختم او القراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القران لاجل الاكل يكره بزازيه على الفتاوى الهنديه

پہلے دن، تیسرے دن، ہفتے کے روز اور عیدوں کے موقع پر اہل میت کا کھانا تیار کرانا، دعوت کرنا مکروہ ہے۔ نیز عید جیسے تہواروں کے موقع پر قبر پر کھانا (غلہ) لیجانا بھی مکروہ ہے۔ قرآن شریف پڑھنے والوں کی دعوت کرنا، قرآن شریف ختم کرنے یا سورۃ الانعام یا سورہ الاخلاص کا ختم کرنے کے لیے حفاظ و قرا اور صلحا کو جمع کرنا بھی مکروہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرات قران کے وقت کھانا بنوانا مکروہ ہے

مزارات پر حاضری (زیارت قبور)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

(۱) كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكر الاخرة (ابن ماجہ وغیرہ)

ترجمہ:- میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب وہ ممانعت نہیں ہے لہٰذا زیارت کرسکتے ہو کیونکہ قبریں آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔

ارشاد گرامی میں جس طرح زیارت کی اجازت دی مقصد بھی ظاہر فرمادیا کہ قبر دیکھ کر آخرت یاد آتی ہے۔ اس مقصد کے لیے عورتوں کو بھی اجازت ہے لیکن جو عورتیں چراغ جلانے یا منت وغیرہ کا مقصد لیکر جاتی ہیں وہ شرعاً ناجائز ہے اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے "زوارات القبور" سے تعبیر فرمایا کہ (اُن کی زیارت حد سے بڑھی ہوئی ہے) اور ان پر لعنت فرمائی

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی زوارات القبور پر۔

آداب زیارت

قبریں نظر پڑیں تو کہو،

(۱) السلام عليكم دار قوم مومنين۔ وانا

انشاء اللہ بکم لاحقون ۔ اسئال اللہ تعالیٰ لی ولکم العافیۃ ۔

فتح القدیر صفحہ ۴۳۴

یہ مختصر دعا ہے اور بہی دعائیں احادیث میں مروی ہیں ۔

(۲) جس قدر ممکن ہو کلام اللہ شریف کی تلاوت کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یٰسین پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے ۔ یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو جتنے مردے وہاں مدفون ہیں ان کی تعداد کے بموجب پڑھنے والے کو ثواب ملے گا ۔ (درمختار)

قبرستان کی گھاس یا درخت اکھاڑنا۔ یا کاٹنا بھی جائز نہیں ہے البتہ سوکھی گھاس کاٹ سکتے ہیں ۔ (درمختار وغیرہ)

ممنوعات اور مکروہات

چراغ جلانا

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں پر جانے والی عورتوں پر (جن کے سامنے زیارت

والمتخذین علیہا المساجد والسرج (ترمذی شریف ص۴۳)

قبور کا اصل مقصد نہیں ہوتا۔ منت مانگنے چڑھاوا چڑھانے جیسے کاموں کے لیے جاتی ہیں) اور لعنت فرمائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں اور اُن پر جو قبروں پر چراغ رکھتے ہیں ۔

قبروں پر چراغ رکھنا بھی ممنوع اور باعث لعنت ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں بے موقع اور بلا ضرورت خرچ ہے جو جائز نہیں یا قبر کی یا میت کی ایسی تعظیم ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی ۔ تو اس سے چادر وغیرہ چڑھانے کا بھی حکم معلوم ہو گیا کہ وہ بھی ممنوع اور باعث لعنت ہے کیونکہ وہ بھی اسراف ہے اور چادر چراغ سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے تو یہ زیادہ اسراف ہے اور اس میں قبر یا میت کی زیادہ تعظیم ہے جس کی شریعت نے ہدایت نہیں کی ۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم یا اور صحابہ کرام ان میں سے کسی کے مزار مقدس پر کبھی بھی چادر نہیں چڑھائی گئی

قبر کو تبرکاً چھونا بوسہ دینا چہرہ ملنا وغیرہ

فی شرح عین العلم للقاری ولا یمس

ملا علی قاری کی مشہور اور مقبول کتاب شرح عین العلم میں ہے کہ کوئی بھی قبر ہو اس کو (تبرک کی نیت سے) چھونا جائز نہیں ہے نہ تابوت کو نہ مزار کی

اي القبر ولا التابوت ولا الجدار فورد النهي عن مثل ذالك لقبره عليه السلام فكيف بقبور سائر الانام ولا تقبل فانه زيادة على المس فهو اولى والتقبيل مختص بالحجر الاسود وبايدي الانبياء والعلماء والصلحاء (انتهى)

وفي الاحياء لا يمس القبر ولا يتقبل۔

وفي الجامع الصغير للسيوطي زوروا القبور تذكر الآخرة واغسلوا الموتى فان معالجة جسد خاو

دیوار کو۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر اس جیسے کاموں کے کرنے سے ممانعت وارد ہوئی۔ تو باقی مخلوق (اولیاء اللہ اور شہداء) کی قبروں پر اس جیسی حرکتوں کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے اور قبر کو بوسہ بھی نہ دیا جائے۔ کیونکہ بوسہ دینے میں بہ نسبت چھونے کے احترام زیادہ ہی ہوتا ہے تو اس کی ممانعت بدرجہ اولی ہوگی اور بوسہ دینا حجر اسود اور انبیاء علماء اور صلحاء کے ہاتھ کے ساتھ مخصوص ہے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ قبر کو نہ چھویا جائے نہ اس کو بوسہ دیا جائے۔

اور علامہ سیوطی کی جامع صغیر میں ہے "قبر کی زیارت کرو۔ یہ آخرت کو یاد دلاتی ہے اور میت کو غسل دو کیونکہ ایسے بدن کی خدمت کرنا جو روح سے خالی

موعظة بليغة وصلوا على الجنازة لعل ذالك يحزنك فان الحزين في ظل الله يوم القيامة متعرض للخير ك عن ابي ذر انتهى

وقال المناوي في شرحه المختصر و ندب زيارة القبور للرجال وتغسيل الموتى لكن لا يمس القبر ولا يقبله فانه عادة النصارى (انتهى) وقال المناوي في شرحه في موضع آخر في شرح حديث كنت نهيت عن زيارة القبور فزوروها اي بشرط ان لا يقترن بذالك تمسح بالقبر وتقبيله فانه كما قال السبكي بدعة منكرة

ہو چکا ہے پر تاثیر وعظ ہے اور جنازہ کی نماز پڑھو شاید تمہارے دل میں غم پیدا ہو۔ اور جس کے دل میں غم اور درد ہو وہ اللہ کے سایہ میں ہوگا قیامت کے روز۔

مناوی نے اپنی شرح مختصر میں فرمایا ہے۔ زیارت قبور مستحب ہے یعنی مردوں کیلئے اور ایسے ہی مردوں کو غسل دینا مستحب ہے لیکن قبر کو نہ چھوئے نہ اس کو بوسہ دے کیونکہ یہ عیسائیوں کی عادت ہے

اور شرح مختصر میں دوسری جگہ حدیث کنت نہیتکم کے تحت میں یہ ہے کہ مزارات پر جانا چاہیئے یعنی اس شرط کے ساتھ کہ قبر کو چھونے اور بوسہ دینے کی حرکت شامل نہ ہو کیونکہ بقول علامہ سبکی یہ بدعت منکرہ ہے

منكرة - انتهى (رسالہ مسائل حضرت شاہ اسحاق صاحب ص ۲۵)

قبر کو سجدہ کرنا قبر کے سامنے جھکنا یا قبر کا طواف کرنا

في شرح المناسك لملا علي قاري ولا يطوف اي ولا يدور حول البقعة الشريفة لان الطواف من مختصات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء والاولياء ولا عبرة بما يفعله الجهلة ولو كانوا في صورة المشائخ والعلماء

ملا علی قاری رحمۃ اللہ کی شرح مناسک میں ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت بقعہ شریفہ مزار مقدس کے گرد نہ گھوما جائے کیونکہ گرد گھومنا (طواف کرنا) مخصوص ہے کعبہ شریف کے ساتھ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی قبروں کا طواف کرنا حرام ہے اور یہ جو جاہل لوگ کرتے ہیں خواہ وہ مشائخ اور علماء کی صورت بنائے ہوئے ہوں اس کا اعتبار نہیں ہے (کیونکہ حرام فعل کسی شیخ یا پیر کے کرنے سے حلال اور جائز نہیں ہو جاتا)

ولا ينحني ولا يقبل الارض فانه اي كل واحد بدعة اي غير مستحسنة فيكون مكروها واما السجدة فلا شك انها محرمة فلا

نہ قبر کے سامنے جھکے نہ وہاں زمین کو بوسہ دے یہ کام بدعت قبیحہ ہیں پس مکروہ ہیں اور سجدہ کرنا تو اس میں شک نہیں ہے کہ وہ حرام ہے اگر کچھ جاہل ایسا کرتے ہیں تو ان کے فعل سے کسی زیارت

يغتر الزائر بما يرى من فعل الجاهلين بل يتبع العلماء العاملين ولا يصلي اليه اي جانب قبره فانه حرام بل يفتى بكفره ان اراد عبادته وتعظيم قبره۔ انتهى- وفي النهر هكذا في البحر الرائق والكفاية حاشية الهداية

کرنے والے کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے جاہلوں کی نہیں بلکہ باعمل علماء کی اتباع کرنی چاہیے اور نہ قبر کی طرف کو نماز پڑھے۔ کیونکہ قبر کی طرف کو نماز پڑھنا حرام ہے بلکہ اگر (معاذ اللہ) قبر کی عبادت اور قبر کی تعظیم کی نیت سے اس طرف کو نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔

وفي نصاب الاحتساب اذا سجد لغير الله يكفر لان وضع الجهة على الارض لا يجوز الا لله تعالى ص ۲۷ (نصاب)

اور نصاب الاحتساب میں ہے جب غیر اللہ کو سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ پیشانی کو زمین پر رکھنا جائز نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے

وفي العمادية اذا سجد لغير الله يكفر لان وضع الجهة على الارض لا يجوز الا لله تعالى۔

فتاویٰ حمادیہ میں ہے۔ جب غیر اللہ کو سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے پیشانی کو زمین پر رکھنا جائز نہیں ہے

عن روضة العلماء ان السجدة لا تحل الا لله۔ (ص۱۰۸) وایضاً فی الحمادیۃ التواضع لغیر اللہ حرام واذا سجد لغیر اللہ معتقداً حقیقۃ کفر۔ (ص۷۰ مأثر مسائل)

روضۃ العلماء میں ہے کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے نیز فتاویٰ حمادیہ میں ہے غیر اللہ کے لیے تواضع حرام ہے۔ اور جب عقیدت رکھتے ہوئے حقیقۃً غیر اللہ کو سجدہ کرے گا کافر ہو جائے گا۔

قبر کی بے ادبی اور قبرستان میں دنیاوی کام

خلاف شرع قبر کا احترام مثلاً بوسہ دینا یا اس کے سامنے جھکنا یا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی قبر کی بے ادبی بھی جائز نہیں ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا (مسلم شریف)

نہ قبروں پر بیٹھو۔ نہ قبروں کی طرف کو نماز پڑھو۔

(۲) ارشاد ہوا۔ کوئی انگارے پر بیٹھ جائے جس سے کپڑے

جل جائیں اور کھال تک آگ پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ کوئی شخص قبر پر بیٹھے۔ (مسلم شریف)

(۳) قبروں کے اوپر چلنا

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تجصص القبور وان یکتب علیہا وان یبنی علیہا وان توطا۔ (ترمذی شریف)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے اور اس سے کہ قبروں پر لکھا جائے اور اس سے کہ قبروں پر تعمیر بنوائی جائے اور اس سے کہ قبروں پر چلا جائے

(۴) قبرستان میں اس پگڈنڈی یا راستہ پر چلنا بھی درست نہیں ہے جس کے متعلق خیال ہو کہ یہاں قبریں ہوں گی (کما فی الفتاوی البزازیہ)

وجد طریقاً فی المقبرۃ وهو یظن انه محدث لا یتطرق وان لم یقع فی ظنه فلا باس به (بزازیہ علی الهندیہ ص۱۴۷)

قبرستان میں ایک راستہ دیکھا۔ خیال ہے یہ بنا لیا گیا ہے۔ اس راستہ پر نہ چلے اور اگر یہ خیال نہیں ہوتا تو اس پر چلنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

قبر سے تکیہ لگا کر بیٹھنا بھی درست نہیں ہے۔ نہ مزار کے پاس سونا جائز ہے۔ (درمختار)

جوتے اتار دینا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قبروں کے بیچ میں جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا آپ نے آواز دے کر فرمایا۔

یا صاحب السبتیین ویحک الق سبتیک۔

اے جوتے والے تیرا ناس ہو جوتے اتار دے۔

(ابوداؤد شریف ۔ وابن ماجہ بمعناہ)

قبرستان کی گھاس یا درخت اکھاڑنا یا کاٹنا جائز نہیں ہے البتہ سوکھی گھاس کاٹ سکتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

عرس

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علیَّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواه النسائی کذا فی المشکوٰة

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت بناؤ اپنے گھروں کو قبریں اور نہ بناؤ میری قبر کو عید۔ اور مجھ پر درود پڑھتے رہو کیونکہ تمہارا درود جہاں بھی تم پڑھو مجھے پہنچتا ہے (نسائی شریف وغیرہ مشکوٰۃ)

قال فی مجمع البحار

مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے

فی شرح هذا الحدیث یعنی قوله لا تجعلوا قبری عیدا ای لا تجعلوا زیارة قبری عیدا او قبری مظهر عید ای لا تجتمعوا للزیارة اجتماعکم للعید فانه یوم لهو وسرور وحال الزیارة بخلافه

علامہ مصنف نے کہا ہے کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کی زیارت کرنے کو عید نہ بناؤ یا میری قبر کو عید کا مظہر نہ بناؤ۔ مطلب یہ ہے جس طرح عید کے روز لوگ جمع ہوا کرتے ہیں اس طرح کا اجتماع نہ کرو کیونکہ عید کو تفریحی کھیل ہوتے ہیں اور خوشی کا دن ہوتا ہے اور زیارت قبور کا حال اس کے برخلاف ہے کہ زیارت قبر خوشی کے لیے نہیں ہوتی بلکہ عبرت پکڑنے کے لیے ہوتی ہے

کان داب اهل الکتاب فاورثهم القسوة او من هجیر عبدة الاوثان حتی عبدوا الاموات

اہل کتاب کا بھی یہی طریقہ ہو گیا تھا اس نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا تھا یا پھر بت پوجنے والوں کا طریقہ ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مردوں کو پوجنے لگے

وفی کتاب شجرة الایمان چوں کسے در گورستان چیزے

کتاب شجرۃ الایمان میں ہے جب کوئی شخص قبرستان میں کوئی چیز

مے خورد یا مے آشامد۔ بخشپدیا
قبررا بوسہ دہد یا سجدہ کنند۔ یا
درانجا سوزانند ایں ہمہ مکروہ
تحریمی ست ۔ (مائۃ مسائل ۲۱)

کھاتا ہے یا پیتا ہے یا سوتا ہے
یا قبر کو بوسہ دیتا ہے یا سجدہ کرتا ہے
یا قبرستان میں آگ جلاتا ہے یہ تمام
باتیں مکروہ تحریمی ہیں۔

قال مولانا الشاہ اسحاق رحمہ اللہ
بوسہ دادن۔ ومس کردن
قبر وانحنا نمودن وضحک وقہقہہ ونوم
ونزد بعضے خواندن قرآن بہ جہر
وغنا مجرد از آلات لہو۔ وکلام دنیا
بے فائدہ ودیگر افعال وکلام مالا
یعنی نمودن وخوردن وآشامیدن
این قسم افعال نزد قبر نمودن مکروہ
ست پس ہر کہ زیارت قبر
بایں طور خواہد نمود درحق او ایں افعال
مکروہ خواہند شد (مائۃ مسائل ۲۶)

حضرت شاہ اسحاق صاحب رحمہ اللہ
نے مائۃ مسائل میں تحریر فرمایا ہے
قبر کو بوسہ دینا مس کرنا (قبر کا چھونا)
قبر کے سامنے کمر جھکانا، قبرستان میں
ہنسنا، قہقہہ لگانا، قبر کے پاس سونا
(مکروہ تحریمی) ہے اور بعض علماء نے
قبر کے پاس قرآن پاک کو جہر سے
پڑھنے کو بھی مکروہ فرمایا ہے ۔
آلات لہو یعنی گانے بجانے
کا سامان نہ ہو تب بھی قبر کے
پاس گا کر اشعار پڑھنا مکروہ ہے۔
اسی طرح قبر کے پاس دنیا کی بے فائدہ باتیں کرنا۔ کھانا پینا اور قبر کے پاس
اس طرح اور کام کرنا مکروہ ہے۔ پس جس شخص نے قبر کی زیارت اس

طرح کی کہ ان کاموں میں سے کبھی کوئی کام کرتا رہا تو یہ تمام کام مکروہ ہونگے

قال الشیخ ابن ہمام ویکرہ
النوم عند القبر وقضاء
الحاجۃ بل اولیٰ

حضرت علامہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ نے
فرمایا۔ قبر کے پاس سونا مکروہ ہے قضاء
حاجت بھی مکروہ ہے بلکہ بدرجہ اولے
مکروہ ہے۔ اور ہر ایسا کام مکروہ جو

وکل مالم یعہد من السنۃ
والمعہود منہا لیس الا
زیارتہا والدعاء عندہا
قائما کما کان یفعل رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی الخروج الی البقیع ویقول
السلام علیکم دار قوم
مومنین وانا انشاء اللہ
بکم لاحقون۔ اسئال اللہ
تعالیٰ لی ولکم العافیۃ
(فتح القدیر ص ۴۷۳)

احادیث سے ثابت نہیں ہے اور احادیث
سے صرف زیارت کرنا اور قبر کے پاس
کھڑے ہو کر مردے کے لیے دعاء (مغفرت)
کرنا ثابت ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب قبرستان بقیع میں تشریف
لیجاتے تو وہاں کیا کرتے تھے۔ جب آپ
(صلے اللہ علیہ وسلم) قبرستان میں تشریف
لیجاتے تو فرمایا کرتے تھے السلام علیکم
دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم
لاحقون۔ اسئال اللہ تعالیٰ لی
ولکم العافیۃ

ھذا آخر ما اردت ایرادہ فی ھذا المختصر۔ ان

ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب ۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين ۔ العبد الضعيف المفتقر الى دعاء المحبين والمخلصين ۔ محمد میاں غفر الله له ولوالديه ليلة الثامن بعد العشرين من شعبان ۱۳۸۹ھ الهجرية و ۱۰ نومبر ۱۹۶۹ء

(بقیہ فہرست مضامین)